اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے ﴿ال عمران-۱۹﴾

تُحْفَۃُ الاسْلام لِجَمِیْعِ الاَقْوَام

اسلام میرا مذہب

مؤلف

امام اہلسنّت حضرت مولانا

حافظ شاہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ایسی کتاب، جسے پڑھ کر بے شمار ہندوؤں نے حضرت مصنفؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا

السعادۃ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف **اسلام** ہی ہے

﴿ال عمران-۱۹﴾

تُحفۃُ الاسلام لِجمیعِ الاَقوام

اسلام

میرا مذہب

ایک ایسی کتاب، جسے پڑھ کر بے شمار ہندوؤں
نے حضرت مصنفؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا

مؤلف

امام اہلسنّت حضرت مولانا

حافظ شاہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

السّعادۃ

نام کتاب | اسلام میرا مذہب
مصنف | امام اہلسنت ''حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ

طبع اول | 1968ء
طبع دوم: | (1432ھ-2011ء)
ناشر: | السعادة 03333294954
تعداد: | ۱۱۰۰

ملنے کے پتے

جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی 0333-3294954

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی 021-34927159

ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی 03212659744

دارالاشاعت اردو بازار کراچی 02132213768

ملتان، ادارۃ النور 03007332359

بھاولپور، قاسمی کتب خانہ 03216367755

لاہور، مکتبہ نقوش اسلامی 03214538727

فیصل آباد، اسلامی کتاب گھر 03217693142

پنڈی، قرآن محل 03215123698

آزاد کشمیر 03343255327

فہرست مضامین

عرض ناشر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحمد للّٰہ والصَّلوۃُ والسَّلام علی رسول اللّٰہ محمَّد وآلہٖ وأصحابہٖ أجمعین.

أما بعد:

امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، ان کی دینی وملی خدمات کی بنا پر اہلِ علم نے انہیں امام اہلسنت کا لقب دیا ہے، ان کی زبان و قلم سے قوم کی جو خدمات انجام پائیں وہ ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔''

ان کی تصنیفات میں سے ایک اہم کتاب ''اسلام میرا مذہب'' ہے جو اصلاً ان کی وہ تقریر ہے جو مختلف مذاہب کی مشترکہ کانفرنس میں کی گئی، بعد میں اسے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ یہ اسلام کے تعارف اور محاسن کے بیان میں بہت پرمغز، مدلل اور سہل کتاب ہے، بہت سے غیر مسلم اس سے نورِ ہدایت پاچکے ہیں۔

ایک عرصے سے یہ کتاب طبع نہ ہونے کی وجہ سے مفقود تھی اور ''متاعِ گمشدہ'' کا حصہ بننے کی طرف گامزن تھی، خوش قسمتی سے اس کا ایک نسخہ ایک ''سلیم الذوق'' بزرگ نے عنایت فرمایا، جسے حالاتِ مصنف کے اضافے کے ساتھ دوبارہ طبع کرکے اہلِ ذوق ونظر کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس سے جہاں ہم امام اہلسنت کے اس حق سے سبکدوش ہوں گے جو مجموعی طور پر اس قوم کے کاندھوں پر ہے، وہیں ہم عامۃ المسلمین کو ایسا ''تحفہ'' دے رہے ہیں جو ان کے لیے یقیناً ''نعمتِ غیرِ مترقبہ'' بن کر خوشی وسرور کا باعث ہوگا۔

اس سلسلے میں بندہ استاذ محترم حضرت مولانا احسان الحق صاحب تبسم حفظہ اللہ کا بہت شکرگزار ہے، جن کا تعاون اور رہنمائی بندہ کے شاملِ حال رہی۔ جزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیراً

باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے ہمارے لیے اجر کا ذریعہ اور عامۃ مسلمین کے لیے نافع اور مفید بنائیں۔ آمین

طالب دعا..... محمد خاور اسد

امام اہلسنت ''حضرت علاّمہ مولانا حافظ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ

حیات وخدمات

ہندوستان کی اسلامی تاریخ ایسے مردان حق آگاہ کا ایک بڑا سرمایہ اپنے پاس رکھتی ہے جن کی ذات سے اصلاحِ عقائد، تصحیح اخلاق، تزکیۂ نفس اور علومِ اسلامیہ کی نشر واشاعت کا وہ کام لیا گیا جس کے احسان سے امت مسلمہ کبھی بھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ اس سلسلۂ عُلیا میں کچھ ایسے پاکیزہ وخوش نصیب نفوش گزرے ہیں جنہوں نے دین کی دوسری خدمت کے ساتھ ساتھ اپنے مذاق کے اعتبار سے وقت کے بنیادی فتنوں کا مقابلہ کرنا بھی اپنی زندگی کا مقصدِ اصلی بنایا۔ مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ کی شخصیت بھی اسی سلسلۃ الذھب کی اہم کڑی ہے۔

پیدائش:

لکھنؤ سے 11 کلومیٹر دور اَودھ کے تاریخی اور مردم خیز قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں 23 ذی الحجہ 1293ھ مطابق 1876ء بوقت صبح صادق مولوی حافظ ناظر علی رحمہ اللہ کے نیک نام وبابرکت گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ رحمہ اللہ کا خاندان:

مولانا حکیم شیخ فضل علی رحمہ اللہ بن شیخ قادر علی رحمہ اللہ مولانا لکھنوی رحمہ اللہ کے جد امجد تھے۔ حکیم صاحب ایک ذی علم بزرگ اور طبیبِ حاذق تھے۔ کاکوری اور اس کے جوار میں ان کی اچھی خاصی شہرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زہد وورع کے ساتھ ساتھ دستِ شفا بھی دے رکھا تھا۔ حکیم فضل علی رحمہ اللہ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں جن میں سب سے

بڑے بیٹے مولوی حافظ محمد ناظر علی تھے جو مولانا لکھنوی کے والد ماجد تھے، باقی دو بیٹوں میں ایک شیخ محمد نقی علی رحمہ اللہ اور دوسرے حکیم محمد یوسف رحمہ اللہ تھے۔

حضرت مولانا لکھنوی رحمہ اللہ کی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم ضلع فتح پور میں حاصل کی، قاعدۂ بغدادی، پارۂ عم اور فارسی کی چند ابتدائی کتابیں مولوی عبدالوہاب صاحب سے پڑھیں انہوں نے بڑی توجہ اور دلسوزی سے پڑھایا اور فارسی بولنے اور لکھنے کی مشق کرائی۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت مولانا فرنگی محلی رحمہ اللہ کے مخصوص شاگرد اور جانشین حضرت مولانا سید عین القضاۃ صاحب کی خدمت میں لکھنؤ پہنچے۔ اس طرح آپ اپنے استاذ خصوصی مولانا سید عین القضاۃ صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں داخل کر دیے گئے۔

مولانا عین القضاۃ رحمہ اللہ کی خدمت میں مسلسل سات سال تک آپ نے باضابطہ بقیہ علوم وفنون کی تکمیل فرمائی سوائے ترمذی اور شمس بازغۃ کے ساری کتابوں کی اول سے آخر تک استاذ کے سامنے قرأت خود کرتے تھے۔

تقریر وخطابت:

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے استاذ محترم کے مشورہ پر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے سامنے والی مسجد میں ترجمہ کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ جیسے جیسے لوگوں کو علم ہوتا گیا شریک ہونے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ استاذ محترم کے ایماء پر مولانا نے تقریروں کا سلسلہ شروع کر دیا جو عوام میں بہت پسند کیا جانے لگا تحریک مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے ابتدائی ایام میں آپ کی تقریریں بہت طویل ہوتی تھیں اور چھ سات گھنٹے تک مسلسل آپ کا خطاب ہوا کرتا تھا۔ جلسہ گاہ میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا اور سارے لوگ گوش برآواز ہوتے تھے۔

نکاح:

آپ کی تعلیم کے دوران ہی جب آپ کی عمر تقریباً 17-18 سال ہوگی کہ ربیع الاول 1309ھ مطابق 1891ء میں تقریب نکاح عمل میں آئی۔ اہلیہ محترمہ نیوتنی ضلع اناؤ (یوپی) کی رہنے والی تھیں۔ ان کے والد ماجد ذاکر علی رحمہ اللہ بن سید مالک علی رحمہ اللہ قصبہ کے ممتاز خاندان رضویہ کے ایک فرد تھے اور نجیب الطرفین سید تھے۔

اہلیہ محترمہ اس وقت بہت کم عمر تھیں لیکن دینداری، تقویٰ، پرہیز گاری، حلم ومروت، صلہ رحمی اور اعزا واقرباء کی پاسداری ان کا طرۂ امتیاز تھی۔

مولانا لکھنوی رحمہ اللہ سے انہیں انتہائی والہانہ تعلق تھا اور ان کے آرام وآسائش کی خاطر اپنا سکھ چین سب انہوں نے تج دیا تھا۔

حضرت مولانا لکھنوی رحمہ اللہ کا حلیۂ مبارکہ:

آپ کا قد متوسط، رنگ گندم گوں مگر سفیدی مائل تھا۔ داڑھی خوبصورت گول اور گھنی تھی۔ پیشانی کشادہ اور روشن اور "سِیمَا هُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ" کی مکمل آئینہ دار تھی، سرگیں آنکھوں کے ساتھ شکل وصورت انوار ووجاہت اور آثار ولایت سے درخشاں تھی، چہرے سے خوبصورتی اور ملائمت کے ساتھ آثار رعب وہیبت بھی ظاہر وباہر تھے۔ سر کے بال مسنون طریقہ پر اکثر کانوں کی لو تک رہا کرتے تھے مگر ایام حج میں استرا بھی پھروا دیتے تھے۔ چال ڈھال سے وقار وسنجیدگی اور حقانت وبردباری ظاہر ہوتی تھی۔

حضرت مولانا لکھنوی رحمہ اللہ کا مزاج اور انداز گفتگو:

آپ بہت ہی نرم مزاج تھے آپ کو کبھی کسی پر غصہ کرتے یا برا بھلا کہتے نہیں سنا گیا ہمیشہ ہر شخص کے ساتھ خواہ وہ کوئی بھی ہو یا کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو بڑی خندہ پیشانی

سے پیش آتے تھے۔ چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ ہر وقت طاری رہتی۔ طبعاً بہت منکسر المزاج تھے اگر کوئی بات کبھی طبیعت کے خلاف واقع ہو جاتی تو اس کا اظہار نہ فرماتے تھے کبھی کسی تعلق رکھنے والے کی کوئی دعوت یا درخواست رد نہیں ہوتی تھی۔ بڑی خوشی سے تشریف لے جاتے تھے۔

حفظ قرآن مجید:

آپ بچپن سے حافظ نہیں تھے۔ بلکہ تحریک مدح صحابہ ﷺ کے دنوں میں جب بار بار جیل جانا پڑا تو ان دنوں میں آپ نے جیل کی تنہائیوں کو غنیمت جان کر حفظ قرآن کی دولت حاصل کر لی۔

حضرت مولانا لکھنوی رحمہ اللہ کی درس وتدریس:

درس وتدریس کا آغاز آپ نے سب سے پہلے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے کیا۔ آپ نے وہاں پر بحیثیت مدرس عربی کام کرنا قبول کیا تھا۔ کم وبیش ایک سال کی تدریس کے بعد آپ نے دار العلوم سے از خود استعفیٰ دے کر سبکدوشی حاصل کر لی اور ہمہ وقت اپنے تصنیفی وتالیفی کاموں میں مصروف ہو گئے۔

1904ء میں آپ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے وابستہ ہو گئے۔ 1912ء سے 1915ء تک آپ افسر مُدَرِّس اور مفتی مدرسہ رہے، اس زمانہ میں مدرسہ میں جو بھی استفتاء آتے تھے ان کے جوابات آپ ہی تحریر فرماتے تھے اور ان پر آپ دستخط کیا کرتے تھے۔

ماہنامہ علم الفقہ کا اجراء:

حضرت مولانا لکھنوی کو تصنیف وتالیف سے مناسبت بچپن سے ہی تھی چنانچہ زمانۂ طالب علمی ہی میں آپ نے لکھنؤ کے مشہور شیعہ مجتہد مولوی حامد حسین (م 1888ء) کی کتاب

"استقصاء الافهام واستقاء الانتقام فی نقض منتهی الکلام" کے بعض حصوں کے جواب میں ایک رسالہ فارسی میں "انتصار الاسلام بجواب استقاء الافهام" تحریر کیا تھا۔ جس کا اردو میں ترجمہ بعد میں النجم میں بھی شائع ہوا۔ اس طرح آپ نے 1892ء میں جبکہ آپ لکھنؤ میں مولانا سید عین القضاۃ سے درجہ وسطیٰ کی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ ایک مناظرہ کی روداد مرتب کر کے شائع کی تھی۔ جس کا نام "السفرة الغبیبه علیٰ الفرقة الشیعیه" تھا۔

اپنے اسی فطری ذوق کی بناء پر آپ نے 1899ء میں تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ ایک ماہوار علمی رسالہ "علم الفقہ" کے نام سے لکھنؤ میں جاری کیا۔ یہ رسالہ خاص فقہی مضامین پر مشتمل ہوتا تھا۔ روز مرہ کے فقہی مسائل کو ایک خاص نظام اور ترتیب کے ساتھ اردو میں مرتب کرنے کی یہ پہلی کوشش کی گئی تھی۔

النجم کا اجراء:

1904ء میں أهلِ تَشَیُّع کی طرف سے لکھنؤ میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کی منظم انداز میں کوششیں ہونے لگی تھیں۔ ان احوال کا تقاضا تھا کہ اسلامیان ہند کی طرف سے کوئی ایسا اخبار نکلے جو معاندین کے پیہم تقریری حملوں کا دفاع کر سکے اور مسلم عوام کو گمراہی اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہونے سے بچائے۔

مولانا لکھنوی نے 7 رمضان المبارک 1322ھ بمطابق 26 اکتوبر 1904ء کو النجم کے نام سے ایک ہفت روزہ اخبار لکھنؤ سے جاری کیا جو ہر قمری مہینے کی 07-14-21 اور 28 تاریخوں کو شائع ہوتا تھا۔

وفات:

زندگی بھر تصنیف وتالیف، درس وتدریس، تصحیح عقائد، اصلاح باطن اور تبلیغ دین کی خاطر دن رات سفر کرنے والے مسافر کی آخری منزل بالآخر آہی گئی۔ 17 ذیقعدہ 1381ھ

مطابق 1962ء بروز دوشنبہ بعد نماز عصر 6 بج کر بیس منٹ پر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن."

اپنی دینی اور علمی یادگار کے طور پر دارالمبلغین جیسا بہترین ادارہ، اپنی تصنیفات و تالیفات، قیمتی، نادر و مفید مضامین کا ایک بڑا ذخیرہ، عظیم الشان کتب خانہ اور سب سے بڑھ کر تحفظ ناموس رسالت وصحابہ کا ایک زندہ و جاوید مشن ملت اسلامیہ کے سپرد کر گئے جو ان شاء اللہ ہمیشہ ان کے لیے صدقۂ جاریہ کے طور پر کام آتا رہے گا۔

لب فعال میں صدیق کی صداقت تھی
خیال و خواب میں فاروق کی جلالت تھی
نگاہ و قلب میں عثمان کی متانت تھی
دماغ و ذہن میں حیدر کی استقامت تھی
تو ایک چراغ تھا بزم شہِ رسالت کا
تو ایک پھول تھا گلدستۂ خلافت کا

دیباچہ

بِاسمہٖ تعالیٰ حامِداً وَّمُصلِّیاً وَّمسلِّماً

مجھ گنہگار نے اظہارِ عقیدت اور محبت کے سبب، سب سے پہلے کتاب ذکر حبیب ﷺ فاروقیہ کی جانب سے بارگاہِ رسالت میں بطور ہدیہ پیش کی۔

آستانۂ نبی ﷺ کے اس غلام کی اس سے زیادہ اور کیا خوش بختی ہوگی کہ یہ کتاب دو سال میں تین نئے جاذبِ نظر ایڈیشن کے ساتھ اب تک ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور ملک کے مشہور اور نامور علماء نے بھی اس کتاب کی افادیت کو سراہا اور میرے بے چین دل کے جذبۂ خلوص و محبت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

زیرِ مطالعہ کتاب جس کا اصل نام ''تُحفَةُ الإِسلام لِجَمِيعِ الأقوام'' ہے اک بڑے معرکے کی کتاب ہے۔

شہر لکھنؤ ماہ مئی 1936ء میں تمام مذاہب کی ایک کانفرنس بہت بڑے پیانے پر یہ جاننے کے لیے منعقد ہوئی تھی کہ سب سے سیدھا، سچا اور آسان مذہب کون ہے؟

اس کانفرنس میں قبلہ و کعبہ حجۃ الاسلام حضرت والدی العلاّم امام اہلسنت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد عبدالشکور فاروقی رحمہ اللہ نے نہایت کامیاب اور دلنشین انداز میں مذہبِ اسلام کی خوبیاں بیان کی تھیں جن کا ملخص اس کتاب کی شکل میں اس وقت آپ کے سامنے آیا ہے۔

اس وعظ کے بعد آج تک وہ زمانہ خوب اچھی طرح یاد ہے کہ جب پانچ پانچ اور دس، دس کی ٹولیوں میں اچھوت اقوام ادارۂ ''دارُ المُبلّغین'' لکھنؤ میں آتیں اور حضرت قبلہ والدی العلاّم نورہ اللہ مرقدہٗ کے دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہو کر لوٹتیں۔

بہت دنوں سے دلی آرزو تھی کہ یہ کتاب اس وطنِ عزیز میں بھی شائع ہوتی۔ خدا کا شکر ہے کہ میری اس دیرینہ خواہش کی آج تکمیل ہوئی، مَیں اس سلسلے میں اپنے ان تمام رفقائے کار کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی طرح بھی میری ذرا سی بھی ہمت افزائی فرمائی۔

آقائے مدینہ تاجدار دو عالم صاحبِ جود و کرم ﷺ سے عقیدت اور محبت ہی میرا سب سے بڑا سرمایہ ہے اس لیے کہ

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمٖ

"ہر خوف کے وقت اور ہر پیش آنے والے لمحاتِ خوف میں مجھے ان سے امیدِ شفاعت ہے، اس لیے کہ میرے حبیب ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں"

یہ کتاب میرے اس گراں مایہ سرمائے کا حسین آویزۂ محبت ہے جو کتابی شکل میں آپ کے سامنے جلوہ گر ہے۔

خدا کرے کہ میری اس سعی سے مذہب اسلام کا کوئی نمایاں پہلو سامنے آجائے فقط حلقہ بگوشِ اسلام امیدوارِ شفاعت۔

گنہگار ناچیز محمد عبدالغنی عفی عنہٗ

دوشنبہ 16 دسمبر 1968ء 25 ماہِ مبارک 1388

آغازِ کتاب

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرَّحِیم

حامداً و مُصلِّیاً

اچھوت بھائیوں کے طلبِ حق کے اعلان اوران کی استدعاء پر یہ مضمون پیش کیا جاتا ہے جس کا مقصد سوااس کے کچھ نہیں ہے کہ ہم اپنا ایک فرض ادا کرنا چاہتے ہیں شریعت اسلامیہ نے ہم پر بنی نوع انسان کی خیرخواہی اوران کی رہنمائی فرض کی ہے اور جولوگ اس فرض کوادا کریں قرآن مجید نے ان کواس خطابِ دلنواز سے سرفراز فرمایا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط﴾(آل عمران:۱۱۰)

''تم بہترین گروہ ہو جوانسان کی (نفع رسانی) کے لیے پیدا کیے گئے ہو، تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہواور بُری باتوں سے روکتے ہواور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

خداوندکریم اپنے فضل وکرم سے ہمارے اس حقیر عمل کوقبول فرمائے آمین۔

درحقیقت دین اسلام کی تعریف کرنا یااس کوکسی خارجی دلیل سے لوگوں میں روشناس بنانا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے قرآن مجید کے مطالعہ سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا قرآن گوعربی زبان میں ہے لیکن اس کی عربیت اتنی فصیح اور سادہ ہے کہ اس کا مطالعہ عربی نہ جاننے والوں کے لیے بھی ایک تھوڑی سی توجہ میں آسان سے آسان تر ہوسکتا ہے اور یہ آسانی بھی اس کا ایک معجزہ ہے۔

خود ہی ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝﴾(القمر:۱۷)

''اور بلا شک بلا شبہ ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے پس کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟''

باایں ہمہ اس کے ترجمے بھی مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں اردو زبان میں متعدد ترجمے جو نہایت مستند اور مسلّم الکل ہیں بکثرت ملتے ہیں مثلاً مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کا ترجمہ اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کا ترجمہ علی ہذا فارسی زبان میں بھی اس کے کئی مستند ترجمے موجود ہیں اور بازاروں میں ملتے ہیں اور انگریزی زبان میں بھی اس کے کئی ترجمے ہیں جن میں بعض ترجمے اہل زبان یعنی یورپ کے مسیحی علماء کے کیے ہوئے ہیں جنہوں نے کہیں کہیں مذہبی تعصب کی وجہ سے ترجمہ کو اس کی اصلی شکل میں نہیں رکھا ہے تاہم سمجھ دار کے لیے اصل مقصد فوت نہیں ہو سکا۔لہٰذا اسلام کا جمال جہاں آرا دیکھنا ہے تو قرآن مجید یا اس کا کوئی ترجمہ پڑھنا چاہیے ۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
گر دلیلی خواہی ازوے رومتاب

اس وقت جو مضمون اچھوت بھائیوں کی خاطر سے پیش کیا جا رہا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث ہی سے ماخوذ ہے اس میں ایک حرف بھی ایجادِ بندہ نہیں ہے۔

اچھوت بھائیوں کے اعلان و اشتہار سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ وہ مذہب کی ضرورت اور اس کے غیر فانی برکات اور اس کی عمیق طاقتوں کا احساس کر چکے ہیں وہ صرف پانچ مذہبوں کی تعلمات اور ان کے عملی نمونوں کو سامنے رکھ کر کوئی انتخاب کرنا چاہتے ہیں اس لیے اس وقت بالاختصار صرف چار باتیں دین اسلام کے متعلق ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی بات

دین اسلام کی عظیم الشان خصوصیات:

دین اسلام میں بہت سی ایسی مخصوص باتیں ہیں کہ اگر کوئی عقل مند جو خدا کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے اپنی نجات آخرت کے لیے کسی مذہب کو اختیار کرنا چاہے اس کی نظر انتخاب سوا اسلام کے کسی دوسری طرف جا نہیں سکتی بطور نمونہ کے چند خصوصیات ملاحظہ ہوں۔

پہلی خصوصیت:

جس میں عقل انسانی متحیر ہے۔ تعلیمات اسلامیہ کی بے نظیر محفوظیت ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے رحلت کیے ہوئے تیرہ سو چوالیس سال ہو گئے اس وقت سے اب تک دنیا میں ہزار ہا انقلاب پیش آئے بلکہ یوں کہیے کہ زمین بدل گئی آسمان بدل گئے یہ سب کچھ ہوا مگر اسلامی تعلیمات کا ایک نقطہ بھی ادھر سے ادھر نہ ہوا وہ تعلیمات اپنی اصلی صورت میں ہمیشہ موجود رہیں اور آج بھی موجود ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں سب سے بڑی چیز جس پر دین اسلام کی بنیاد ہے قرآن مجید ہے اس کا ہر قسم کے تغیر و تبدّل سے محفوظ رہنا ایک عجیب کرشمۂ قدرت ہے جس کی خبر قرآن مجید میں پہلے سے بطور پیشن گوئی کے اس طرح دی گئی ہے کہ

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۝﴾ (الحجر: ۹)

''یقیناً ہم نے اُتارا ہے اس نصیحت کو اور یقیناً ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اس پیشین گوئی کو ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ کس جلال و جبروت کے ساتھ پوری ہوئی اس دنیا میں سوا قرآن مجید کے کوئی اور کتاب نہیں مل سکتی جو ہر قسم کی تبدیلیوں اور ہر طرح کے شکوک وشبہات سے پاک ہو اس دنیا میں کوئی چیز سو برس بھی اپنی اصلی شکل پر قائم نہیں رہتی

اسی وجہ سے فلسفۂ قدیم میں اس دنیا کا نام عالم کون وفساد رکھا گیا تھا۔

قرآن مجید کی محفوظیت کے لیے کیسے کیسے سامان خدا نے کیے ان سامانوں پر ایک اجمالی نظر ڈالو تو یہ بات روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے گی کہ ان سامانوں کا اس طرح تسلسل کے ساتھ دنیا میں موجود رہنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے قرآن مجید کی محفوظیت کا ایک بے نظیر کرشمہ یہ ہے کہ آج ایک نسخہ قرآن مجید کا لکھنؤ سے لیجئے ایک مکہ سے ایک مدینہ سے ایک لندن سے ایک چین سے ایک اندلس سے اور ان نسخوں کو باہم ملایئے کہیں ایک نقطہ کا ایک زبر زیر کا اختلاف بھی نظر نہ آئے گا۔

قرآن مجید کی محفوظیت کا ایک بے مثال کرشمہ یہ ہے کہ روز اول سے آج تک اس کی حفاظت میں بے شمار سینے مصروف رہے صحابہ کرام ﷺ جن کی تخمینی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی ان میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی بکثرت ایسی تھیں جو پورے قرآن مجید کی حافظ تھیں اس کے بعد تابعین کے طبقے سے لے کر آج تک ہر ہر زمانہ میں حفاظ قرآن کی کیا تعداد تھی کوئی نہیں بتا سکتا آج بھی مسلمانوں کی آبادی کا کوئی شہر کوئی قریہ ایسا نہ ملے گا جہاں حفاظ قرآن بکثرت نہ ہوں خدانخواستہ اگر تمام مذہبی کتابیں دنیا سے فنا کر دی جائیں تو صرف ایک قرآن مجید ہی ہوگا کہ اس کے بے شمار نسخے آن واحد میں امانت دار سینوں سے نکل کر پھر دنیا کو جگمگا دیں گے۔ قرآن مجید کی محفوظیت کا ایک عجیب اثر یہ ہے کہ غیر مسلم حضرات نے بھی اس کی محفوظیت کا اقرار کیا ہے اور اس کو حیرت کی نظر سے دیکھا ہے مثلاً سر ولیم ہیور سابق گورنر صوبہ متحدہ اپنی کتاب لائف آف محمد (ﷺ) کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

”جہاں تک ہماری معلومات ہیں، دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس (قرآن مجید) کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔“

(مندرجہ رسالہ معجزہ قرآن مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص 109)

قرآن مجید کے بعد شریعت اسلامیہ میں رسول خدا ﷺ کی احادیث (یعنی آپ کے اقوال وافعال واحوال) کا مرتبہ ہے کیونکہ قرآن مجید کے احکام کی مزید توضیح اوران پر عمل کرنے کا طریقہ احادیث ہی سے معلوم ہوتا ہے احادیث کے بعد آثار یعنی رسول خدا ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے احکام اور فیصلوں کا درجہ ہے جو بطور نظائر قانونی کام دیتے ہیں اور قرآن مجید میں ان دونوں چیزوں کے دستور العمل ہونے کو یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(الاحزاب: ۲۱)

''بلا شک بلا شبہ رسول اللہ کی ذات میں تمہارے لیے اچھا نمونہ ہے۔''

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾(البقرۃ: ۱۴۳)

''اوراسی طرح ہم نے تم کو (اے اصحاب نبی) درمیانی گروہ بنایا تا کہ تم نمونہ بنو لوگوں کے لیے اور رسول نمونہ ہوں تمہارے لیے۔''

ان دونوں چیزوں کی محفوظیت بھی کچھ کم عجیب وغریب نہیں ہے ابتداء عالم سے آج تک تاریخ عالم ایسی کوئی مثال پیش نہیں کرسکتی کہ سوا آنحضرت ﷺ کے کسی کے اقوال و افعال اس طرح اہتمام کے ساتھ ضبط کیے گئے ہوں اور وہ اس طرح قرناً بعد قرنٍ حفاظت کے ساتھ منقول ہوتے رہیں اور نقل کرنے والوں کے نام بھی ساتھ ساتھ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی نبوت کے بعد تئیس سال ہوئی اس تئیس سال میں دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں آپ کی کوئی حالت پردہ میں ہو ایک ایک ذرا ذرا سی بات آج آنکھوں کے سامنے ہے غذا آپ کی کیا ہوتی تھی۔ لباس کس قسم کا تھا۔ بات کس طرح کرتے تھے۔ عبادت کا کیا طریق تھا۔ حتی کہ گھر کے اندر خلوت میں جو کام آپ نے کیے وہ

بھی حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔

علم حدیث کے متعلق 65 فن مسلمانوں کے ہاتھ سے مدون ہوئے کوئی شخص ان فنون کو دیکھے تو اس کو خدا کی قدرت نظر آجائے ان فنون میں ایک فن اسماء الرجال ہے جس میں ان لوگوں کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں جنہوں نے احادیث وآثار کو بواسطہ یا بلاواسطہ نقل کیا ہے اس سلسلہ میں ایک لاکھ انسانوں کی تاریخ تیار کی گئی اور تاریخ بھی نئے طرز کی جس میں صرف وطن اور ولادت ووفات کا وقت یا عام حالاتِ زندگی بتانے پر اکتفا نہیں کی گئی۔ بلکہ ان کے وہ واقعات درج کیے گئے ہیں جن سے ان کی امانت وخیانت اور صدق وکذب پر روشنی پڑے۔ ان ایک لاکھ انسانوں میں ایسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ساڑھے سات ہزار ہے۔

دوسری خصوصیت:

اسلامی تعلیمات کا کامل ومکمل ہونا جس کو قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدۃ:۳)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔"

اسلامی تعلیمات کے کامل ہونے ہی کا نتیجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی میں ابتدائے پیدائش سے موت تک بلکہ قبر تک کوئی حاجت اور ضرورت ایسی نہیں پیش آسکتی جس میں اسلامی چوکھٹ کو چھوڑ کر کسی دوسرے دروازہ پر دریوزہ گری کرنی پڑے۔ ہر ضرورت ہر حالت کے متعلق شریعت اسلامیہ کی تعلیم رہبری کرتی ہے کہ اس کام کو یوں کرنا چاہیے اور صرف تعلیم ہی نہیں بلکہ عملی نمونہ رسول خدا ﷺ کا اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ہر ہر قدم پر مشعل راہ بنتا ہے۔

آج اگر مسلمان کسی غیر مسلم بادشاہ کی رعایا ہوں تو ان کو حکومت کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے اور دوسری ہمسایہ قوم کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے اور اگر مسلمان بادشاہ ہوں اور غیر مسلم ان کی رعایا ہوں تو مسلمانون کو ان غیر مسلمین کے ساتھ کیا مراعات کرنا چاہیے۔ تجارت میں مسلمانوں کو کن اصول کی پابندی چاہیے۔ زراعت میں صنعت وحرفت میں ان کو کن قواعد پر کاربند ہونا چاہیے۔ غرض یہ کہ ہر ہر چیز کے متعلق چھوٹی ہو یا بڑی۔ دنیا کے متعلق ہو یا آخرت کے، لباس کے متعلق ہو یا مکان کے، حتیٰ کہ کھانے پینے پیشاب پاخانہ کے متعلق بھی شرعی مسائل اور عملی نمونے موجود ہیں اور کچھ حاجت نہیں کہ کسی دوسری قوم کی تقلید کی جائے یا اپنی طبیعت سے مسائل گھڑے جائیں، جو شخص شریعت اسلامیہ کا مطالعہ کرے یا کم از کم ''محمڈن لا'' کی حیثیت سے جن اسلامی کتابوں کا ترجمہ انگریزی زبان میں ہو چکا ہے اس ترجمہ ہی کو پڑھ لے وہ اسلامی تعلیمات کے کامل ہونے میں شک نہیں کرسکتا۔

تیسری خصوصیت

اسلامی تعلیم کی سہولت جس کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰىؕ﴾ (اللّیل:۷)

''پس ہم اس کو توفیق دیں گے آسان شریعت کی۔''

اس آیت میں بڑی آسان شریعت دین اسلام ہی کو فرمایا ہے اور حدیث نبوی ﷺ میں یوں ارشاد فرمایا گیا:

بُعِثْتُ بِالْمِلَّةِ الْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ السَّهْلَةِ الْبَيْضَاءَ

''میں ایک ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو ایک، اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کراتا ہے اور اس میں تنگی نہیں ہے اور سہل ہے اور روشن ہے۔''

اسلامی تعلیمات کی سہولت کا یہ اثر ہے کہ ہر طبقہ اور ہر ملک اور ہر عمر کا انسان مرد ہو یا عورت نہایت آسانی کے ساتھ ان پر عمل کر کے مسلم کامل بن سکتا ہے جس طرح ایک فقیر عمل کر سکتا ہے اسی طرح ایک بادشاہ بھی۔ جس طرح ایک جوان عمل کر سکتا ہے اسی طرح ایک بوڑھا بھی جس طرح ایک مجرد کے لیے ان پر عمل کرنا آسان ہے اسی طرح ایک متاہل کے لیے بھی۔ جس طرح ایک تندرست وصحیح کے لیے آسان ہے اسی طرح ایک مریض کے لیے بھی۔

اسلامی تعلیمات کی سہولت کا راز یہ ہے کہ جتنے احکام دیے گئے ہیں وہ نہایت معتدل اور فطرت انسانی کے مناسب اور کمزور سے کمزور شخص کو پیش نظر رکھ کر انسان پر مختلف عوارض جو پیش آتے رہتے ہیں یا پیش آسکتے ہیں ان کا لحاظ کر کے دیے گئے ہیں۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شریعت کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے یہ شریعت اس کی نازل کی ہوئی ہے جس کا علم ازلی اور ابدی ہے۔

مثال کے طور پر دیکھئے کہ قرآن مجید نے بڑی تاکید کے ساتھ پانچ وقت کی نماز ہر مسلمان کے لیے لازم اور ضروری قرار دی۔ نماز کے لیے ایک شرط طہارت ہے یعنی وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل کے ضروری احکام بھی بتائے گئے اور یہ اجازت دی گئی کہ اگر پانی نہ ملے یا پانی کا استعمال نقصان کرے یا اگر پانی شرح معروف سے زیادہ قیمت پر ملے تو بجائے وضو اور غسل کے پاک مٹی سے تیمّم کر لیا جائے۔ نماز کے لیے دوسری شرط استقبال قبلہ ہے یعنی کعبۂ مکرمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔ لیکن اگر جہتِ قبلہ نہ معلوم ہو تو ''تحرّی'' یعنی اپنے دل کا میلان دیکھ کر جس طرف خیال قائم ہو۔ اسی طرف نماز پڑھ لیں۔ اور بعد نماز پڑھ چکنے کے اگر پانی مل جائے یا یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرف ہم نے نماز پڑھی تھی وہ جہت قبلہ کی نہ تھی۔ تو دوبارہ اس نماز کو ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی

اجازت دی گئی کہ کوئی شخص کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکتا ہوتو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ نہ سکتا ہو تو لیٹ کر پڑھے اور رکوع اور سجود سر کے اشارہ سے کرے۔

اور مثلاً زکوٰۃ کی، صدقات وخیرات کی بے حد فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اور تاکید کی گئی ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۹)

''اور مت کر تو اپنے ہاتھ کو جکڑا ہوا اپنی گردن کی طرف (یعنی بخل نہ کر) اور نہ کشادہ کر تو اپنے ہاتھ کو پوری کشادگی سے (یعنی نہ زیادہ داد دہش کر) ورنہ بیٹھ جائے گا تو ملامت زدہ ہوکر اور تھک کر۔''

اور مثلاً مخلوق خدا کے ساتھ نیکی کرنے کی ترغیب دی گئی۔ حتیٰ کہ کوئی ظالم ظلم کرے تو اس کے ظلم اور برائی کا بدلہ نیکی اور بھلائی کے ساتھ کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ ارشاد ہوا:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ﴾ (حم سجدہ: ۳۴)

دفع کر برائی کو اس چیز سے جو زیادہ اچھی ہو تو یکا یک وہ شخص کہ اس کے اور تیرے درمیان عداوت تھی۔ گرم جوش دوست بن جائے گا۔

اسی مضمون کو حضرت سعدیؒ اس طرح نظم کرتے ہیں:

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

مگر اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا گیا کہ:

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (الشوری: ۴۰)

''اور برائی کا بدلہ برائی ہے وہ ایسی ہے کہ جو شخص معاف کردے اور (برائی کے بدلہ

میں) نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔"

اسی طرح مختلف حالات کے لیے احکام شرعی میں سہولت کا کامل لحاظ ہے اور ہر حالت کے لیے جو حکم دیا گیا ہے اس کا عملی نمونہ بھی ملتا ہے قدرت نے کچھ ایسا سامان کیا ہے کہ یہ تمام مختلف حالات خود آنحضرت ﷺ پر یا آپ کے سامنے آپ کے شاگردوں پر پیش آئے اور آپ نے یا آپ کے شاگردوں نے آپ کے سامنے جو عمل ان حالات میں کیا وہ آج کتب احادیث میں موجود ہے۔

چوتھی خصوصیت:

تعلیمات اسلامیہ کا قوی التاثیر اور سریع التاثیر ہونا ہے جس کو قرآن مجید میں اس طریقہ سے ارشاد فرمایا:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ (الحشر: ۲۲)

"اگر اتارتے ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو یقیناً تو دیکھتا اس پہاڑ کو ڈرنے والا اور پھٹنے والا اللہ کے خوف سے۔"

اس آیت میں قوت تاثیر کا بیان ہے کہ یہ تعلیم وہ ہے کہ انسان تو انسان پتھر بھی اس سے اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ (النصر: ۲)

"اور دیکھ لیا آپ نے (اے نبی) لوگوں کو کہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوجوں کی فوجیں۔"

اس آیت میں سرعت تاثیر کا بیان ہے کہ کس قدر جلد کتنی بڑی جماعت اسلام میں داخل ہوگئی۔ اسلامی تعلیمات کی قوت تاثیر اور سرعت تاثیر کا اعتراف ان اصحاب نے بھی کیا

جو اسلام کے مخالف تھے، چنانچہ دو ایک اقوال ملاحظہ ہوں، ایک مشہور جرمنی فاضل ''گوئٹے'' اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''اس کتاب (قرآن) کی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہاں سے بڑا جہان اور رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی اور جس قدر زمانہ کہ سلطنت روما کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اس کا دسوا حصہ بھی ان کا نہ لگا۔

(مندرجہ رسالہ معجزۂ قرآن مجید مطبوعہ نظامی پریس بدایوانی ص 123)

مسٹر سیل قرآن مجید کے اپنے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''دنیا میں اسی دین کو وہ قبولیت حاصل ہوئی جس کی کوئی مثال اور نظیر نہیں ہے اور اس دین کو نہ صرف ان قوموں نے قبول کیا جن پر مسلمانوں نے کبھی فوج کشی نہ کی تھی بلکہ ان لوگوں نے بھی قبول کر لیا جنہوں نے اہل عرب کو ان کی فتوحات سے محروم اور ان کی سلطنت بلکہ ان کے خلیفوں کا خاتمہ کر دیا اور جس میں کوئی بات اس سے بڑھ کر تھی جو ایک مذہب میں عموماً خیال کی جاتی اور جس کی وجہ سے اسے ایسی عجیب ترقی نصیب ہوئی۔''

''آنریبل سر ولیم میور'' اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' (ﷺ) ص 269، 271 مطبوعہ 1861ء میں لکھتے ہیں:

''اگرچہ محمد (ﷺ) کے اوامر و احکام اس وقت تک تھوڑے سے اور سادہ طور کے تھے مگر انہوں نے ایک تعجب انگیز اور عظیم الشان

کام کیا جبکہ دینِ مسیحی نے دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کیا تھا اور شرک وبُت پرستی سے جہاد عظیم کیا تھا اس وقت سے حیات روحانی کبھی ایسی برانگیختہ نہ ہوئی تھی اور نہ ایسا غلو کسی مذہب میں ہوا تھا جیسا کہ دین اسلام میں ہوا۔ اس دین کے خوش اعتقاد پیرووں نے کیسے کیسے نقصانات صرف اپنے ایمان کی خاطر اُٹھائے، ہجرت سے تیرہ برس پہلے تو مکہ ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا مگر ان تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا کہ سینکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بُت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی اسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ میں ان لوگوں کے واسطے ایک ایسی برادری تیار کردی جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہوگئی۔''

(مندرجہ رسالہ معجزۂ قرآن مجید مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص152)

پانچویں خصوصیت:

دین اسلام ساری دنیا کے لیے ہے اور اختتام دنیا تک کے واسطے ہے قرآن مجید میں اس خصوصیت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًاo﴾

(الفرقان: ۱)

''بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل کی اپنے بندہ پر فیصلہ کرنے والی کتاب (یعنی قرآن مجید) تاکہ ہوجائے وہ سارے جہاں کے لیے ڈرانے والی۔''

﴿قُل یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا.﴾ (الاعراف ۱۵۸)

''کہہ دیجیے (اے نبی) انسانوں، میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا.﴾ (سبا: ۲۹)

''اور ہم نے آپ کو اے نبی تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ.

''میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''

اسی وجہ سے 6ھ میں رسولِ خدا ﷺ نے تمام شاہانِ روئے زمین کے نام فرمان روانہ فرمائے اور ان کو دینِ اسلام کی دعوت دی، اس وقت دنیا کے دو بڑے بادشاہ یعنی خسرو پرویز شاہِ ایران (آتش پرست) اور ہرقل شاہِ روم (عیسائی) تھے ان دونوں کو بھی آپ نے دعوت دی اور نجاشی بادشاہ حبش (عیسائی مذہب) اسی دعوت پر مشرف باسلام بھی ہوئے۔

اس موقع پر یہ ذکر کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے ہندوستان کو جو اس وقت نہایت کسمپرسی کی حالت میں تھا فراموش نہیں فرمایا، بھلا اس سرزمین کو وہ صاحبِ خلق عظیم کس طرح فراموش فرما سکتا تھا جس میں اس قدر اس کے حلقہ بگوش پیدا ہونے والے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ میں سب سے بڑا راجہ ''قنوج'' میں رہتا تھا جس کا نام سرباتک تھا۔ رسولِ خدا ﷺ کا فرمانِ دعوت اس کے نام صادر ہوا اور اس فرمان کو لے کر بڑے اکابر صحابہ مثلاً حسرت اُسامہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما قنوج میں تشریف لائے۔

(دیکھو اُسد الغابہ جلد چہارم ردیف سین)

دین اسلام کے سوا کسی دین نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ساری دنیا کے لیے ہے۔ کسی دین کی بنیادی کتاب میں ایسا کوئی دعویٰ موجود نہیں بلکہ برخلاف اس کے ایسے مضامین ضرور

موجود ہیں جن سے اس دین کا کسی خاص وقت یا خاص قوم کے لیے مخصوص ہونا صاف طور پر سمجھا جاتا ہے۔

رہا اسلام کا ساری دنیا کے لیے ہونا وہ علاوہ تصریحات قرآنیہ کے جس میں سے ایک دو اسی خصوصیت کے تحت میں اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے مبارک لقب ''خاتم النبیین'' سے جو قرآن مجید میں مذکور ہے اور لقب ''نبی الساعۃ'' سے جو احادیث میں ہے یہ بات اظہر من الشمس ہے۔

چھٹی خصوصیت:

کسی غیر مسلم کو جبراً مسلمان بنانے کا عدم جواز ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر اس طرح ہے۔

﴿لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ﴾ (البقرۃ:٢٥٦)

''دین میں زبردستی کرنا جائز نہیں ہدایت اور گمراہی ایک دوسرے سے ممتاز ہو چکی۔''

رسول خدا ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں کہ غیر مسلموں پر قابو ملا مگر کبھی کسی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیا گیا اسلام کے مسئلہ جہاد کے متعلق یہ خیال کہ وہ غیر مسلمین کو مسلمان بنانے کے لیے ہے واقعیت سے بہت دور ہے جہاد تو صرف ایک دفاعی کارروائی ہے جو اپنی حفاظت کے لیے کی جاتی ہے قرآن مجید کی سب سے پہلی آیت جہاد کے متعلق یہ ہے:

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۝ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ

وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيراً.﴾(الحج: ۳۹،۴۰)

''(جہاد کی) اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی تھی۔ (یعنی مسلمانوں کو) بسبب اس کے کہ وہ مظلوم تھے اور یقیناً اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قدرت رکھنے والا ہے (یہ اجازت) ان لوگوں کو دی گئی ہے جو اپنے گھروں سے بغیر کسی قصور کے نکالے گئے (ان کا قصور کچھ نہ تھا) سوا اس کے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر (قانون الٰہی میں) نہ ہوتا دفع کرنا اللہ کا بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے (یعنی اگر جہاد کی اجازت نہ دی جاتی) تو یقیناً گرا دیے جاتے گرجے اور خانقاہیں اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام لیا جاتا ہے اللہ کا بہت۔''

اس آیت سے صاف صاف ظاہر ہے کہ جہاد کا مقصد مدافعت ہے۔ ہاں مدافعت کی صورتیں اور اس کے مواقع کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں قرآن مجید میں غیر مسلموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی بھی نہایت تاکید ہے بھلا اگر غیر مسلم کو مسلم بنالینا ضروری ہوتا تو یہ ہدایت کیوں کی جاتی۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۝﴾(الممتحنۃ:۸)

''نہیں منع کرتا تم کو اللہ کافروں کی بابت جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اس بات سے کہ تم ان کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے ساتھ انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

الغرض جبراً مسلمان بنانے کا ناجائز ہونا یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی صداقت مخالفین تک کو مسلّم ہے۔ چنانچہ زوال سلطنت رومۃ الکبریٰ کا مشہور فاضل ''مورخ ایڈورڈ گبن'' اپنی کتاب کے پانچویں جلد پچاسویں باب 425،470 میں لکھتا ہے کہ:

''اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی

کسی کو ایذاء نہیں پہنچائی کوئی مذہبی عدالت خلافِ مذہب والوں کو سزا دینے کے لیے قائم اور اسلام نے کبھی لوگوں کے مذہب کو بہ جبر تبدیل کرنے کا قصد نہیں کیا۔ ہاں اس نے مسائل کا جاری ہونا چاہا مگر ان کو جبراً جاری نہیں کیا۔ اسلام قبول کرنے سے لوگوں کو فتح مندوں کے برابر حقوق حاصل ہو جاتے تھے اور مفتوحہ سلطنتیں ان شرائط و قیود سے آزاد ہو جاتی تھیں جو ہر ایک فتح مند ابتدائے دنیا سے حضرت محمد ﷺ کے زمانہ تک ہمیشہ عائد کیا کرتا تھا۔''

(مندرجہ رسالہ معجزۂ قرآن مجید ص158)

یہی مسٹر ایڈورڈ گبن ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''اسلام کی تاریخ میں ایک ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو دوسرے مذہب کو غیر آزاد رکھنے کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام کی تاریخ کے ہر صفحہ میں اور ہر ایک ملک میں جہاں اس کو وسعت ہوئی دوسرے مذہب سے مزاحمت نہ کرنا، پایا جاتا ہے یہاں تک فلسطین میں ایک عیسائی شاعر ''لامارٹین'' نے ان واقعات کے جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں بارہ سو برس کے بعد علانیہ یہ کہا تھا کہ صرف مسلمان ہی تمام روئے زمین پر ایک ایسی قوم ہے جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتی ہے۔''

(مندرجہ رسالہ معجزۂ قرآن مجید ص159158)

ساتویں خصوصیت:

دوسرے مذاہب کے بزرگوں کا احترام:

آنحضرت ﷺ سے پہلے جو ہادیانِ مذہب گزرے ہیں مسلمان ان سب کا احترام کرتے ہیں۔اس لیے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے

﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (الفاطر: ۲۴)

''کوئی گروہ ایسا نہیں ہے جس میں میرا ڈرانے والا نہ گیا ہو۔''

﴿اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (الرعد: ۷)

''اے نبی آپ ڈرانے والے ہیں ہر قوم کے لیے ہم نے رہنما بھیجے ہیں۔''

لہٰذا ممکن ہے کہ دوسرے مذاہب کے ہادی جو آنحضرت ﷺ سے پہلے گزر چکے نبی رہے ہوں۔اور شرک وغیرہ کی تعلیمات ان کی طرف غلط طور پر منسوب ہوں۔ان مضامین کی آیتوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو برا کہنے کی ممانعت قرآن مجید میں صراحۃً بھی موجود ہے ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

(الانعام: ۱۰۸)

''اور نہ بُرا کہوں ان لوگوں کو جو اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ورنہ وہ بُرا کہیں گے اللہ کو نادانستگی سے۔''

آٹھویں خصوصیت:

- حریت ومساوات کی قرآن مجید تعلیم دیتا ہے کہ نہ صرف مسلمان بلکہ تمام افرادانسانی آپس میں بھائی بھائی ہیں سب کا نسب ایک ہے۔

﴿يَـٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَاءً ﴾ (النساء: ۱)

"اے لوگوں ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس شخص سے اس کی بیوی کو بھی پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے ظاہر کیا بہت مردوں اور بہت عورتوں کو۔"

اس آیت کے مضمون کو اسلام کے مشہور حکیم حضرت سعدی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب گلستان میں جس کو آج سے کچھ پہلے ہندو مسلمان سب کے بچے پڑھتے تھے اس طرح نظم کیا ہے۔

بنی آدم اعضائے یکدیگراند

کہ در آفرینش زیک جوہر اند

قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایک انسان کو دوسرے انسان پر بوجہ کسی نسب یا کسی پیشہ کے یا کسی اور سبب سے کوئی فضیلت اور بزرگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ فضیلت اور بزرگی کا انحصار ایمان و تقویٰ پر ہے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ۚ﴾ (الحجرات: ۱۳)

"اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا۔ (یعنی تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو ایک باپ ماں کی اولاد اور تم کو خاندانوں اور قبیلوں پر محض شناخت کے لیے تقسیم کیا (ورنہ) تم میں زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔"

ان آیات کے علاوہ احادیث میں بھی یہ مضمون بڑی تفصیل سے آیا ہے انہی آیات و احادیث کے مضمون کو عارف جامیؔ یوں نظم فرماتے ہیں۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامیؔ

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

آیات واحادیث کے بعد عملی نمونے جو رسولِ خدا ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ملتے ہیں ان پر نظر ڈالی جائے تو دنیا محوِ حیرت ہو جائے ان واقعات میں سے صرف دو ایک واقعہ یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے اصحاب میں ایک بزرگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جو غلام تھے۔اور غلام بھی کیسے پشتینی۔ غلاموں کو جس قدر ذلیل سمجھا جاتا ہے ظاہر ہے خصوصاً زمانہ قبل اسلام میں غلاموں کا شمار انسانوں میں ہوتا ہی نہ تھا۔عرب میں بعض غلام کچھ صنعت وحرفت بھی جانتے تھے کوئی بڑھئی کا کام جانتا تھا، کوئی لوہار کا، کوئی کھانا پکانے میں ہوشیار تھا، کوئی حجامت یعنی بالوں کے درست کرنے میں ماہر تھا۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان چیزوں سے بھی مبرّا تھے پھر صورت شکل کی حالت یہ تھی کہ حبشی تھے۔اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں مگر اسلام نے ان کی یہ قدر افزائی کی کہ رسول خدا ﷺ کا اشارہ پا کر آپ کے خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو بڑی گراں قیمت میں خرید کر آزاد کیا اور بالآخر وہ ایمان یا نیکی میں یا بالفاظ دیگر علم وعمل میں اس رتبہ پر پہنچے کہ بڑے بڑے شرفاءِ عرب ان کو اپنی بیٹی دینا اپنے لیے موجب عزت سمجھتے تھے بلکہ ان کی وجہ سے ان کے رشتہ داروں کو چنانچہ ان کے بھائی کو یہی کہہ کر قبیلہ بنی بکر نے اپنی بیٹی دی، کہ جس کا آپ جیسا بھائی ہو، اس کو بیٹی دینے میں ہمیں انکار نہیں ہے۔ رسول خدا ﷺ نے ان کو سابق الحبشہ یعنی سردار حبش کا خطاب دیا۔ آنحضرت ﷺ کے دوسرے جلیل الشان خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو اپنا سید یعنی سردار فرماتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ناںہالی رشتہ داروں میں جو عرب کا شریف ترین خاندان تھا، ان کا نکاح ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو عرب کا شریف ترین خاندان تھا، ان کا نکاح ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکارتے تھے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ان کو ''لبیک'' کے ساتھ جواب دیتے تھے جو ایک نہایت

احترام کا کلمہ ہے۔ یہ تمام واقعات طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی جلد سوم 165 لغیات 170 میں مع سند موجود ہیں۔ اس قسم کے واقعات خود رسول خداﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ میں بکثرت ہوئے از انجملہ ایک واقعہ وہ ہے جس کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا۔ یعنی رسول خداﷺ کا اپنی پھوپی کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت زیدؓ کے ساتھ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ نکاح کر دینا اس موقع پر قرآن مجید میں حضرت زید کا نام مذکور ہے۔

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَراً.﴾ (الاحزاب: ۳۷)

حضرت زیدؓ کے سوا کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں نہیں ہے غالباً اس کی وجہ یہی ہو کہ اسلام کی مساوات و حریت کی اس زرّیں مثال کو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کر کے قیامت تک کے لیے زندہ رکھنا چاہا اور اس غلام کا نام بھی لے لیا۔ پھر انہیں ''زید'' کو خود رسول خداﷺ نے متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنایا اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں فرمایا۔

کیا انصاف کو ہاتھ میں لے کر اسلام کی اس حریت و مساوات کی کوئی مثال کسی دوسری جگہ پیش کی جا سکتی ہے؟ رسول خداﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنے غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤ اور جیسا لباس خود پہنو ویسا ہی لباس ان کو بھی پہناؤ۔

(دیکھو مشکوٰۃ شریف باب النفقات و حق المملوک ص290)

عن أبي ذرؓ قال قال رسول الله ﷺ إخوانكم جعلهم الله تحت أيديكم فمن جعل الله أخاه تحت يديه فليطعمه مما يا كل وليلبسه مما يلبس ولا يكلفه من العمل مايغلبه فان كلفه مايغلبه فليعنه عليه (متفق عليه)

''حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: آپ کے بھائی ہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ماتحت بنا دیا ہے پس جس شخص کے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے اس کا ماتحت بنایا ہے اس کو چاہیے کہ جو خود کھائے وہ اس کو بھی کھلائے اور جیسا خود پہنے ویسا

اس کو بھی پہنائے اور اس کے ذمہ کوئی ایسا کام نہ لگائے جو اس پر بھاری ہو، اگر کوئی بھاری کام اس کے ذمہ لگائے تو اس میں اس کے ساتھ تعاون کرے۔''

عن أبي هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ إذاوضع لأحدكم خادمه طعامه ثم جاء ه به وقد ولي حره ودخانه فليقعده معه فلياكل فإن كان الطعام مشفوها قليلا فليضع في يده منه اكلة او اكلتين.

(مشکوٰۃ شریف ص290)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لیے کھانا بنائے اور اس کے پاس لے کر آئے جب کہ اس کھانا پکانے کی وجہ سے وہ گرمی اور دھوئیں سے دوچار ہوا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے، اگر کھانا بہت تھوڑا ہو تو ایک یا دو لقمے ہی اس کو دے دے۔''

یہ واقعہ بھی تاریخ عالم سے مٹ نہیں سکتا کہ رسول خدا ﷺ کے دوسرے خلیفہ جبکہ وہ عرب وعجم کے بادشاہ تھے بیت المقدس تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ان کا غلام تھا اور سواری ایک ہی تھی جس پر باری باری آپ سوار ہوتے تھے اور آپ کا غلام۔

(دیکھو ازالۃ الخفاء مقصد دوم 61 ص بحوالہ تاریخ یافعی)

رسول خدا ﷺ نے ان پیشہ وروں کے یہاں جن کو آج کل ''نیچ'' قوم کہتے ہیں۔ کھانے کی دعوت بھی قبول فرمائی۔

عن انس ﷺ أن خياطا دعا النبي ﷺ لطعامه صنعه فذهبت مع النبي ﷺ فقرب خبزشعير ومرقافيه دباء وقديد فرأيت النبي ﷺ يتتبع الدباء من حوالي القصعة فلم أزل أحب الدباء بعد يومئذ. (متفق علیہ مشکوٰۃ شریف 364 ص)

''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے نبی کریم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے تیار کیا تھا، پس میں بھی نبی ﷺ کے ساتھ چلا گیا، آپ کے سامنے جو کی روٹی

اور شوربہ پیش کیا گیا جس میں گوشت اور کدو تھا، میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ پلیٹ کے اطراف سے کدو چن چن کر تناول فرما رہے تھے، اس دن سے مجھے کدو سے محبت ہوگئی''

''یہودیوں اور بت پرست اقوام کی دعوت بھی قبول فرمائی اور ان کے ہاتھ کا تیار کیا ہوا کھانا تناول فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک یہودی عورت نے کھانے میں زہر بھی دیا جس کی مضرت سے خدا نے بچالیا''

(دیکھو مشکوٰۃ باب المعجزات ص 541)

شریعت اسلامیہ میں ہر انسان کا جھوٹا پاک قرار دیا گیا ہے خواہ مومن ہو خواہ کافر حتیٰ کہ رسول خدا ﷺ نے خود استعمال کیا اور صحابۂ کرام ؓ کو استعمال کرایا۔

(دیکھو ہدایہ اولین ص 48 حاشیہ 12)

کیا اس حریت و مساوات کی کوئی مثال کہیں اور مل سکتی ہے۔

آج کل ہندوستان میں بعض مسلمانوں کو جو دیکھا جاتا ہے کہ بعض نسب کو ذلیل سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے بعض لوگوں کو نیچ اقوام قرار دیتے ہیں۔ یہ صرف یہاں کے ماحول کا اور ہمسایہ اقوام کا اثر ہے دین اسلام کی تعلیم سے اس کو دور کا بھی تعلق نہیں لیکن اس اجنبی اثر کو مسلمانوں سے دور کر دینا مشکل نہیں۔ اس گئے گزرے وقت میں بھی کسی مسلمان کو آیت قرآنی یا حدیث نبوی ﷺ سنائی جاتی ہے تو اس سے ضرور متاثر ہوتا ہے چند روز سے علماء اسلام کو اس کا احساس ہوا ہے گو ابھی کوئی خاص کوشش نہیں ہوئی۔ لیکن اس احساس ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ متعدد مثالیں اس کی موجود ہو گئیں کہ شرفاء نے نیچ قوموں کو لڑکی دی اور لڑکی لی۔ رسول خدا ﷺ نے جس مذہبی حکومت یا خدائی بادشاہت کی بنیاد ڈالی تھی اس کے اصول و قواعد بھی تمام تر حریت و مساوات پر مبنی تھے۔

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

جس میں بڑائی اور سرداری کا معیار کسی قومیت اور خاندان کو نہیں قرار دیا گیا بلکہ اس بادشاہت کا سب سے زیادہ مستحق وہ مانا گیا جو نیکی اور پرہیزگاری میں فوقیت رکھتا ہو۔ چنانچہ اسی اصول کی بناء پر آنحضرت ﷺ کی جانشینی کے لیے (باوجود یہ کہ آپ کے چچا اور کئی چچازاد بھائی اور داماد موجود تھے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے اور یہ انتخاب خود آنحضرت ﷺ کے ایماء سے ہوا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جانشینی کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جانشینی کے لیے چھ اشخاص میں سے کسی ایک کو منتخب کیا جن میں کوئی ان کا قریبی رشتہ دار نہ تھا۔ حالانکہ یہ دونوں خلیفہ صاحب اولاد تھے اور ان کی اولاد میں خلافت کی قابلیت بھی موجود تھی اسلام کی اس حریت و مساوات کی بنیاد پر ایک زمانہ میں غلاموں کی سلطنت و بادشاہت بھی دنیا میں قائم ہو چکی ہے۔ مصر وغیرہ دور دراز مقامات کو چھوڑیئے خود ہندوستان میں غلاموں کی بادشاہت پر تاریخی شہادت موجود ہے۔

اسلام کی بے نظیر حریت و مساوات کا ایک عجیب کرشمہ یہ ہے کہ خلیفۂ اسلام کا وظیفہ معمولی رعیت کے وظیفہ سے زائد نہ ہوتا تھا اور رعیت کے معمولی سے معمولی شخص کو خلیفہ پر نکتہ چینی کرنے کا یا اس بات کا شبہ ہو کہ خلیفہ نے اپنے آپ کو کچھ فوقیت دی ہے تو سرِ دربار ٹوک دینے کا حق تھا۔ چنانچہ یہ واقعہ سنہرے حرفوں سے تاریخ عالم میں منقش رہے گا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ چادریں آئیں ایک ایک آپ نے تمام صحابہ کو تقسیم کیں اور خود بھی ایک ہی لی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہنے لگے ہم آپ کی بات نہ سنیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں؟ تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے

جواب دیا کہ تم نے سب کو ایک ایک چادر دی اور خود دو چادریں لیں ایک آپ نے اوڑھی ہے اور ایک کا تہبند باندھا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ مسکرائے اور فرمایا۔ اللہ تم پر رحم کرے میں نے اپنے پرانے کپڑے دھو کر خشک ہونے کے لیے پھیلائے ہیں اتنی دیر کے لیے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی چادر میں نے عاریۃً مانگی ہے اور ایک چادر میری تھی اس طور پر یہ دو چادریں میرے پاس تم کو نظر آرہی ہیں۔ یہ سن کر حضرت سلمانؓ کہنے لگے کہ ہم اب آپ کی بات سُنیں گے۔

(دیکھو ازالۃ الخفاء مقصد دوم 176 بحوالۂ قوت القلوب تصنیف ابی طالب مکی)

اسلام کی اسی حریت و مساوات کا یہ اثر آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے کہ مساجد میں کسی شخص کے لیے خواہ وہ دینی بزرگی رکھتا ہو یا دنیوی کسی قسم کی کوئی امتیازی شان نہیں ہوتی۔ ایک ہی مسجد میں ایک صف میں سب لوگ مل کر نماز پڑھتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو پہلے پہنچ جائے وہ پہلی صف میں جگہ پائے۔

اسی حریت و مساوات کا ایک نمونہ یہ ہے کہ بادشاہانِ اسلام کو یہ نصیحت کی گئی اور بادشاہوں نے اس نصیحت کو سُنا اور عمل کیا

چو طاعت کنی لبس شاہی مپوش
چو درویش مسکیں برآور خروش
کہ پروردگارا تونگر توئی!
توانا و درویش پرور توئی
نہ کشور کشایم نہ فرماں دہم
یکے از گدایان این درگہم

اسلامی حریت ومساوات کا عدیم المثال ہونا ایک ایسا واقعہ ہے کہ غیر مسلمین کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ چنانچہ آنریبل سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب "لائف آف محمد" (ﷺ) میں لکھتے ہیں:

"بہ لحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ محبت رکھیں یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے۔ غلاموں کے ساتھ انتہائی شفقت برتنی چاہیے۔"

(مندرجہ رسالہ معجزۂ قرآن مجید مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص154)

ریورینڈ کینن آئزک ٹیلر صاحب اپنے ایک مضمون "افریقہ میں اسلام کی ترقی" جو اخبار لنڈن ٹائمز اور سینٹ جیمس گزٹ لنڈن مورخہ 8 اکتوبر 1887ء میں شائع ہوا تھا تحریر فرماتے ہیں:

"اسلام حقیقی اخوت اور مساوات سکھاتا ہے یہ سب سے بڑی رشوت ہے جو اسلام غیر مسلموں کے سامنے پیش کرتا ہے نو مسلم فوراً پندرہ کروڑ افراد کی برادری کا حقیقی رکن بن جاتا ہے۔"

(مندرجہ رسالہ معجزۂ قرآن مجید ص172)

الغرض حریت و مساوات کو نہ صرف اسلام کی خصوصیات میں بلکہ اسلام کی اولین تعلیمات میں سمجھنا چاہیے۔

دوسری بات

اسلامی تعلیم پرعمل کرنے کے نتائج:

اس مقام پر ہم کونہایت صفائی سے یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ کسی مذہب کے اختیار کرنے کا اصلی مقصد خدا کی رضا مندی وخوشنودی کے سوااور کچھ نہ ہونا چاہیے خدا کی رضا مندی وخوشنودی کا لازم نتیجہ فلاح آخرت ہے لہٰذا اس کو بھی مقصد اصلی قرار دینے کی ضرورت نہیں۔اللہ کے ایک سچے بندے نے اسی مضمون کو کیا خوب کہا ہے ؎

دو زخم سوز داگر جنت ہوس باشد مرا
یک و جب جابر سر کوئے تو بس باشد مرا

اس مقصد کا حصول دین اسلام میں ایسا یقینی ہے جس میں شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں۔اس لیے دین اسلام کا ''منجانب اللہ ہونا، ساری دنیا کے لیے ہونا، قیامت تک کے لیے ہونا، اس کی تعلیمات کا قابل اطمینان حفاظت کے ساتھ موجود ہونا'' ایسے اعلیٰ درجہ کے مضبوط دلائل سے ثابت ہے جن میں کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہیں۔

ہاں اسلام کا طرۂ امتیاز اس میدان میں دو چیزیں ہیں۔

اول: یہ کہ قرآن مجید نے دنیا کی بے ثباتی اور دنیاوی زندگی کا ایک خواب وخیال ہونا اور دنیا کی راحت وتکلیف کا وہمی خیالی ہونا ایک ایسے موثر اور بلیغ طرز سے بیان فرمایا ہے کہ ایسے بیان کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

قرآن مجید نے قلوب کو دنیا سے بے تعلق کرنے اور حق تعالیٰ کی پاک ذات کی طرف متوجہ کرنے میں ایک بے مثال کمال دکھلایا۔چند آیات کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

﴿وَمَاالْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِo﴾(ال عمران: ۱۸۵)

''اور دنیاوی زندگی تو صرف دھوکے کا سودا ہے۔''

اوران سے بیان کرو کہ کہ دنیوی زندگی کی مثال پانی جیسی ہے کہ ہم نے اُتارا اس کو آسمان سے پس مخلوط ہوگئی پانی کے سبب زمین کی روئیدگی پھر وہ ریزہ ریزہ ہوگیا کہ اس کو ہوا اُڑائے پھرتی ہے۔

ان آیات قرآنیہ کا یہ اثر ہوا کہ قرآن مجید کی ان بلیغ نصیحتوں نے نہایت قلیل مدت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انسانوں (صحابہ کرام ﷺ) کی ایک ایسی جماعت تیار کردی جو خدا کے ساتھ تعلق رکھنے میں اپنی آپ نظیر ہے۔

اسلام کے اس طرۂ امتیاز کا دنیا کے تمام باخبر اصحاب کو اعتراف ہے۔ چنانچہ سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' (ﷺ) کی جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''ہجرت سے تیرہ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا۔ مگر ان تیرہ برسوں میں کیا ہی اثر عظیم پیدا ہوا کہ سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بُت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہوگئے۔ اسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدّت دعا مانگتے اسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسنات و خیرات اور پاکدامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب انہیں شب و روز اسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال تھا اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنیٰ حوائج کا بھی خبر گیراں ہے ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں ہر ایک امر متعلقہ زندگانی میں اور اپنی خلوت و جلوت کے ہر ایک حادثہ اور تغیر میں اسی یدِ قدرت کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھ کر اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے

خدا کے فضلِ خاص ورحمتِ با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کور باطن اہل شہر کے کفر کو خدا کے تقدیر کیے ہوئے خذلان کی نشانی جانتے تھے محمد (ﷺ) کو جوان کی ساری امیدوں کے ماخذ تھے اپنا حیاتِ تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے اور ان کی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے جوان کے رُتبۂ عالی کے مطابق تھی۔''

(مندرجہ آیات بینات ص12)

اکتوبر 1869ء کے کوارٹرلی ریویو (لندن) میں اسلام پر ایک آرٹیکل چھپا تھا جو زبان عبرانی کے ایک مشہور عالم نے لکھا تھا۔ اس میں آنحضرت ﷺ کے متعلق تحریر تھا:

''تمام عمر ان کو بڑے بڑے خطرے اور تکلیفیں پیش آئیں ان سب کو انہوں نے کمالِ صبر واستقلال سے برداشت کیا۔ انہوں نے خدائے واحد کی پرستش اور عبادت کی تحدید ایسے طور پر کی جس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں پائی جاتی اور علم الٰہیات کو ایسے پختہ اور معقول اصول پر قائم کیا جن کا ہمسر معدوم ہے انہوں نے قوانین تمدن واخلاق کو ایسا کمال پر پہنچایا جو اس سے بیشتر کبھی نہیں ہوا تھا۔ انہیں کی وساطت سے انسانوں کی بہبودی ورفاہ کے واسطے وہ ملکی ومالی دینی ودنیوی قوانین کا مجموعہ حاصل ہوا جو اپنی نوع میں یکتا اور بے نظیر ہے۔''

(رسالہ معجزۂ قرآن مجید مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص53)

دوسرا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اسلام نے خدا کے بندوں کو یہ تعلیم دی کہ دولت وثروت کی فراوانی کے ساتھ اور دنیا کے گوناگوں تعلقات کے باوجود بھی مذہب کا اصلی مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔

اسلام نے ان لوگوں کی بے شک مذمت کی ہے جن کا مقصود صرف دنیا ہو ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا o اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا o﴾ (الکہف: ۱۰۳، ۱۰۴)

''اے نبی آپ (ان سے) کہہ دیجیے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتلائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی اور وہ (بوجہ جہل) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔''

لیکن ان لوگوں کو سراہا ہے جو دنیا کی راحت کے ساتھ ساتھ آخرت کے طلب گار ہوں۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ o اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ o﴾

(البقرة ۲۰۱، ۲۰۲)

''اور کوئی ان میں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ان ہی لوگوں کے واسطہ حصہ ہے اپنی کمائی سے اور اللہ حساب لینے والا ہے۔''

اسلام نے یہ تعلیم دی کہ رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کے لیے رہبانیت اختیار کرنا مذموم ہے۔ عمدہ لباس اور عمدہ غذا سے پرہیز کرنا ضروری نہیں بلکہ خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کے ترک کرنے کو عبادت سمجھنا ایک طرح کی عبادت ہے۔

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ﴾ (الاعراف: ۳۲)

''اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت کو جسے اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے

آپ کہہ دیجیے اے نبی (ﷺ)! کی یہ نعمتیں دنیوی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور آخرت میں تو خاص انہیں کے لیے ہیں۔"

﴿وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ.﴾(الحدید:۲۷)

"اور انہوں نے گوشہ گیری اور ترک دنیا اپنی طرف سے نکالی تھی ہم نے اس کو فرض نہیں کیا تھا ان لوگوں پر۔"

اسلام نے تجارت اور زراعت اور ہر قسم کے حلال پیشوں کو جائز قرار دیا۔ بلکہ ان کی ایسی عزت افزائی کی کہ قرآن مجید میں ان کے جواز کا تذکرہ فرمایا گیا اور احادیث میں ان کی ترغیب دی گئی۔ حسبِ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ ط﴾(البقرة:۱۹۸)

"تم پر کچھ گناہ نہیں کہ چاہو فضل اپنے رب کا۔"

﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط﴾(البقرة:۲۷۵)

"جائز کیا اللہ تعالیٰ نے سوداگری کو اور حرام کیا سود کو۔"

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعه:۱۰)

"پھر جب نماز پوری ہو چکے تو اس وقت تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو خدا کی روزی تلاش کرو۔"

عن المِقْداد بن مَعْديكرب قال قال رسول الله ﷺ ماأكل أحد طعاماً قط خيراً من أن ياكل من عمل يديه وأن نبي الله داوٗد عليه السلام كان ياكل من عمل يديه . (رواه البخاري، مشكوة كتاب البيوع باب الكسب ص 241)

"مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اپنے

ہاتھوں کی محنت سے کما کر جو کھانا انسان کھائے اس سے بہتر کھانا نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے نبی داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھوں ہی کی محنت سے کماتے اور کھاتے تھے۔''

عن عائشة قالت قال النبي ﷺ إنّ أطيب ما أكلتم من كسبكم.

(12 مشکوٰۃ شریف 242)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ زیادہ پاکیزہ غذا وہ ہے جو تم اپنی کمائی سے کھاؤ۔''

عن رافع بن خديج قال قيل يا رسول الله أيّ الكسب أطيب قال عمل الرجل بيده و كل بيع مبرور. (مشکوٰۃ شریف 242)

''حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی کون سی ہے فرمایا وہ کمائی جو آدمی اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائے اور نیز وہ تجارت جو ایمانداری کے ساتھ ہو۔''

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام نے اپنے حلقہ بگوش کو دنیا کی ہر قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں اور ہر قسم کی عزت و ثروت کا امیدوار بنایا اور بطور ایک زبردست پیشین گوئی کے جس کے لیے اس وقت کے حالات قطعاً ناموافق تھے تمام دنیاوی نعمتوں کا وعدہ فرمایا:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝﴾ (آل عمران: ۱۳۹)

''اور تم ہی (اپنے مخالف پر) غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ۝﴾ (یونس: ۶۳، ۶۴)

''جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے رہے ان کے لیے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (منجانب اللہ خوف و حزن سے بچنے کی) خوشخبری ہے (اور) اللہ کی

باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق ہوا نہیں کرتا۔ یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے۔"

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا○ وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط﴾

(الطلاق: ۲،۳)

"اور جو شخص ڈرتا ہے اللہ سے کر دیتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی سبیل اور اس کو رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو گمان نہیں ہوتا۔"

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ○﴾ (النور: ۵۵)

"وعدہ دیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور کیے انہوں نے اچھے کام کہ ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا ان کو زمین میں، جیسے خلیفہ بنایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور ضرور تمکین دے گا ان کے لیے ان کے دین کو وہ دین جو پسند کیا اللہ نے ان کے لیے اور ضرور ضرور بدلے میں دے گا ان کو بعد ان کے ڈرنے کے امن۔ عبادت کریں گے وہ میری نہ شریک کریں گے وہ میرے ساتھ کسی چیز کو اور جو شخص کفر کرے بعد اس کے پس وہی لوگ ہیں (اعلیٰ درجہ کے) فاسق۔"

اس آیت میں کیسا زبردست وعدہ اور کیسی زبردست پیشن گوئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دنیا میں بادشاہت کی نعمت ملے گی اور بادشاہت بھی معمولی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی سی بادشاہت جس کو دوسری آیت میں "ملک عظیم" فرمایا ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا

بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ o﴾ (الحج، ۴۱)

''یہ (مہاجرین) وہ لوگ ہیں کہ اگر حکومت دیں ہم ان کو زمین پر قائم کریں گے نماز اور دیں گے زکوٰۃ اور (لوگوں کو) حکم دیں گے موافق شریعت کے اور منع کریں گے خلاف شرع کام سے اور اللہ ہی کے لیے ہے انجام سب کاموں کا۔''

اس آیت میں رسول خدا ﷺ کے اصحاب مہاجرین کو دنیا میں مملکت و بادشاہت کے حاصل ہونے کی پیشن گوئی ہے۔ قرآن مجید میں یہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ دنیاوی نعمتوں کا وعدہ آنحضرت ﷺ کے مخصوصات سے ہے۔ آپ سے پہلے کسی نبی سے اُخروی نعمتوں کے علاوہ دنیاوی نعمتوں کا وعدہ نہیں کیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مناجات ہے کہ:

﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ ؕ﴾
(الاعراف: ۱۵٦)

''اور لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا میں بہتری اور آخرت میں (بھی) بے شک ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔''

اس کا جواب بارگاہ خداوندی سے یہ ملا:

﴿فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ o الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ﴾ (الاعراف: ۱۵٦، ۱۵۷)

''پس وہ (رحمت) لکھ دوں گا ان کے لیے جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں جو اتباع کرتے ہیں ان پیغمبر کا جو نبی امی ہیں جن کے پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت وانجیل میں۔''

احادیث میں بھی دنیاوی نعمتوں کے وعدے بکثرت ہیں ملاحظہ کیجیے۔

أخرج الشيخان وغيرُهما بطُرق متعددةٍ منها ماأخرج أحمدُ عن الزُّهريِّ عن سعيدٍ عن أبي هريرة ﷺ عن النّبي ﷺقال :إذا هلك كسرىٰ فلا كسرىٰ بعدهٗ وإذا هلك قيصر فلاقيصر بعدهٗ والذي نفس محمَّد بيدهٖ لتنفقنّ كُنُوزهما في سبيل اللّٰه. (منقول از ازالة الخفاء ص83)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کسریٰ یعنی شاہ ایران کے فنا ہونے کے بعد کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر یعنی بادشاہ روم کے فنا ہونے کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ تم لوگ ان دونوں سلطنتوں کے خزانوں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرو گے۔''

اب ذرا عملی نمونہ دیکھیے یا یوں کہا جائے کہ جس نسخہ کی اس قدر تعریف کی گئی۔ مریض پر اس کے استعمال کا اثر دیکھیے۔ کون نہیں جانتا کہ عرب کی قبل از اسلام کیا حالت تھی ایک ریگستانی مقام جہاں پینے کو پانی بھی بمشکل نصیب ہوتا تھا جہاں لوؤں کی لپٹ اور آندھیوں کے طوفان پہاڑوں کی مسلسل قطاریں انسانی زندگی کے لیے سمِ قاتل سے کم نہ تھیں جہاں غذائے انسانی کی ایسی قلت تھی کہ بعض اوقات درختوں کی پتیاں اور گھاس کھا کر بسر کرنا پڑتی تھی۔ جہاں کے رہنے والے ہر قسم کے علوم وفنون سے بے بہرہ وحشی درندوں کی طرح آپس میں لڑتے اور لوٹ مار پر گذر اوقات کرتے تھے جہاں ہر قسم کے شرمناک جرائم کی کثرت تھی اور بطور فخر کے ان کا تذکرہ ہوتا تھا جہاں اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو ذبح کر دینا یا زندہ گاڑ دینا ایک معمولی بات تھی جہاں مفلسی کا یہ عالم تھا کہ زندہ تو زندہ بعض اوقات مردوں کو کفن نصیب نہ ہوتا تھا یا اس قدر کوتاہی ہوتی تھی کہ لاش کے کھلے ہوئے حصہ پر اذخر (ایک قسم کی گھاس) رکھنا پڑتی تھی۔

یہی عرب اسلامی تعلیم کی روشنی پاکر اس قدر جلد اور اس اعلیٰ قابلیت پر پہنچ گئے کہ ان کو تمام انسانی کمالات کا مالک کہنا بیجا نہ ہوگا جو لوگ قیامت کے منکر جزا اور سزا سے بے خوف اور جرائم کے ارتکاب پر جری ہو رہے تھے اب خدا کا ڈر ان کے دل میں ہے اور اب ان سے ارتکاب جرم کیا معنی، تمام عالم کے مجرمین کے محتسب بنا دیے گئے، جو توحید کا مضحکہ اڑاتے تھے وہ ایسے اعلیٰ درجہ کے موحد اور خدا کے ایسے پرستار بن گئے کہ ایسی پرستش خدا کی اس زمین پر کبھی نہ ہوئی تھی، جو لوگ اپنی اولاد کو قتل کرنے کے خوگر ہو رہے تھے مربی و عالم بن گئے، اور انہوں نے غیر مذاہب والوں پر ایسے ایسے احسانات کیے کہ آج تاریخوں کے صفحات ان سے چمک رہے ہیں، جو لوگ شتر بانی کا سلیقہ نہ رکھتے تھے جہاں بانی کی باگ ان کے ہاتھ میں دی گئی اور انہوں نے ایسی جہاں بانی کی کہ ان کو دیکھ کر بھی آج کوئی نہیں کرسکتا، جو جاہل بے ہنر کہے جاتے تھے وہ سارے عالم کے معلّم و مدرس بن گئے، ان کے سینوں سے علوم و معارف کے دریا بہنے لگے، جو لوگ پاخانہ پیشاب کی طہارت کا طریقہ نہ جانتے تھے وہ آسمانِ تقدّس کے آفتاب ہوگئے جو باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے بھائی بھائی ہوگئے، اور ایک ایسی معتمد قوم بن گئے جس کی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی اس قدر جلد ایسا انقلاب اور ایسی ترقی اسلام کے سوا کسی مذہب نے دنیا میں پیدا نہیں کی۔

قرآن مجید میں خود ہی اپنی تعلیمات کے اثرات کو بھی بیان کردیا گیا ہے۔

اسی وجہ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ کسی خارجی دلیل سے اسلام کو روشناس بنانا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

”اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اللہ نے

الفت پیدا کی تمہارے دلوں میں تو ہو گئے تم اس کے فضل سے بھائی بھائی۔''

﴿حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾o (الحجرات:۷)

''اللہ تعالیٰ نے محبت دی تم کو ایمان کی اور اس کو عمدہ کر دکھایا تمہارے دلوں میں اور ناگوار بنا دیا تمہارے نزدیک کفر اور فسق اور نافرمانی کو یہی لوگ ہیں جو راہ یاب ہیں۔ اور ان کو جمائے رکھا پرہیزگاری کی بات پر اور وہی تھے اس کے حق اور اہل۔ اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو سکھاتا ہے کتاب۔''

خلاصہ

یہ کہ دین اسلام فلاح دنیا و آخرت کا صحیح ذمہ دار ہے۔

اگر خیریتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدر گاہش بیا و ہرچہ میخواہی تمنا کن

تیسری بات

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نبی اللہ ہونے کے قرآنی دلائل:

پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نبی کی مثال طبیب یا ڈاکٹر کی سی ہے جو شخص دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں گویا وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں طبیب ڈاکٹر ہوں فرق یہ ہے کہ دنیا کے طبیب ڈاکٹر جسمانی امراض کا علاج کرتے ہیں اور اس علاج میں ان سے غلطی بھی ہو جاتی ہے اور خدا کے نبی روحانی امراض کا علاج کرتے ہیں جہاں دنیا کے طبیبوں کے عقل وفہم کی رسائی نہیں اور خدا کے نبیوں سے علاج میں غلطی ممکن نہیں۔

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو یہ دیکھنا ہے کہ دنیا میں کسی شخص کے طبیب ڈاکٹر ہونے کا علم ان لوگوں کو جو طب یا ڈاکٹر سے نابلد ہوں کیونکر ہوتا ہے غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ اس علم کے چار ہی طریقے ہیں:

1......طبیب یا ڈاکٹر ہونے کا مدعی سرٹیفکیٹ پیش کرے۔

2......شاہی ہسپتال میں ڈاکٹر کی جگہ پر اس کو بیٹھا ہوا اور ملازمانِ ہسپتال کو اور مریضوں کو اس کے ساتھ وہ برتاؤ کرتے ہوئے دیکھا جائے جو ڈاکٹر کے ساتھ ہوتا ہے۔

3......اس کو طِب یا ڈاکٹری کی کتابوں کا درس یا لیکچر دیتے ہوئے مشاہدہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ طب یا ڈاکٹری کے طالب علم اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے ہوئے درس لے رہے ہیں۔

4......اس کے زیر علاج مریضوں کو شفا پاتے ہوئے مشاہدہ کیا جائے۔

یہی چار طریقے ایک نبی کی نبوت معلوم کرنے کے لیے بھی ہیں اگرچہ ان چاروں طریقوں میں سے ایک طریقہ بھی کافی تھا مگر قرآن مجید میں ان چاروں طریقوں سے آنحضرت ﷺ کی نبوت کو حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے:

طریق اول جو بمنزلہ سرٹیفکیٹ کے ہے:

آنحضرت ﷺ کے متعلق انبیائے سابقین علیہم السلام کی کتب سابقہ الٰہیہ کی پیشین گوئیاں ہیں۔ مثال کے طور پر آیات قرآنیہ ملاحظہ ہوں:

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی دعا ہے کہ:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٥﴾ (البقرة: ۱۲۹)

''اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک پیغمبر ان ہی میں سے کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور ان کو سکھا دے کتاب اور حکمت اور پاک صاف بنا دے ان کو بے شک تو ہی غالب صاحب تدبیر ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات کے جواب میں ارشاد ہوا کہ:

﴿النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيلِ ٥﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

''وہ نبی امی جن کو اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

﴿وَاِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْاَوَّلِينَ ٥﴾ (الشعراء: ۱۹۶)

''اور بے شک (اے نبی آپ کا بشیر ونذیر ہونا) اگلوں کے کتابوں میں ہے اور قرآن کا ذکر (بھی) ہے۔''

﴿الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ اَبْنَاءَهُمْ﴾ (البقرة: ۱۴۶)

''وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب (یعنی توریت انجیل) دی ہے محمد ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو۔''

﴿اَوَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾(الشعراء:)

''کیاان کے لیے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ ان کو یعنی (محمد ﷺ) کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔''

غیر مسلم حضرات اگر قرآن مجید کے ان حوالوں کو جانچنا چاہیں تو تھوڑی سی توجہ میں ہر مذہب کی مقدس کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے لیے پیشین گوئیاں دیکھ سکتے ہیں۔علماء اسلام نے اس خاص مسئلہ پر ضخیم ضخیم کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔چنانچہ اسی صدی کی ایک نفیس کتاب ''بشارت محمدی'' ہے جو کئی سو صفحے کی کتاب ہے اور ہندوستان کی تمام موجودہ مذاہب کی کتابوں سے پیشین گوئیوں کو مع ان کی اصل عبارتوں کے نقل کیا گیا ہے اور یہ کتاب چھپ کر شائع بھی ہو چکی ہے اور راقم الحروف اس امر میں صاحب تجربہ بھی ہے۔

طریق دوم جو بمنزلہ شاہی ہسپتال میں بیٹھنے کے ہے:

آنحضرت ﷺ کے معجزات یعنی خوراک عادات ہیں،ظہور معجزات کو شاہی ہسپتال میں بیٹھنے کے مثل اس لیے کہا گیا کہ جس طرح ایک بہروپیا ڈاکٹری کا روپ بھر کر شاہی ہسپتال میں ڈاکٹری کی کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا اور اس کے ساتھ وہ برتاؤ نہیں ہو سکتا اسی طرح کوئی شخص مدعی نبوت ہو کر معجزات وخوارقِ عادات نہیں دکھا سکتا۔جیسا کہ شریعت اسلامیہ کی کتابوں میں مُصرَّح ہے۔

قرآن شریف میں معجزات کی تفصیل بیان نہیں فرمائی گئی مگر ایک ایسا وسیع جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ تمام تفصیل معجزات کی جو نہایت صحیح ومستند احادیث میں ہے سب کی سب اس وسیع جملہ میں آجاتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا

وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○﴾(القمر: ۱، ۲)

’’قریب پہونچی قیامت اور شق ہو گیا چاند اور اگر کافر دیکھیں کوئی نشانی تو اعراض کریں اور کہیں کہ جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔‘‘

’’مُستمر‘‘ کا لفظ جو اس آیت میں منکروں کی زبان سے نقل کیا گیا ہے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام زمانۂ نبوت میں کوئی دن ظہور معجزات سے خالی نہیں گیا۔ اس لیے کہ زبان عرب مُستمر اسی چیز کو کہتے ہیں جس کا سلسلہ کہیں سے ٹوٹا نہ ہو۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ سید عالم ﷺ سے معجزات کا ظہور اس کثرت کے ساتھ ہوا ہے اور آج حدیث کی کتابوں میں سندِ صحیح کے ساتھ منقول ہے کہ اس کو دیکھ کر بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے۔

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جس کا جی چاہے اس کی تصدیق کے لیے کتاب ’’الکلام المبین فی ایات رحمۃ للعالمین‘‘ کو دیکھ سکتا ہے جو سلیس اردو زبان میں ہے اور نولکشور پریس لکھنؤ سے چند پیسوں میں مل سکتی ہے۔

طریق سوم جو بمنزلہ کتب طبیہ کے درس اور لیکچر دینے کے ہے:

آنحضرت ﷺ کا باوجود اُمّی ہونے کے اُمیوں کو علوم ربانیہ اور معارفِ الٰہیہ کا درس دینا اور مخلوق خدا کا آپ کے گرد پروانوں کی طرح ہجوم کرنا۔ قرآن مجید میں یہ مضمون مختلف عنوانوں سے متعدد آیات میں ارشاد ہوا ہے۔ مثلاً ملاحظہ کیجیے:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ﴾(الجمعہ: ۲)

’’وہی (خدا) ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں پیغمبر تمہیں میں سے جو پڑھتا ہے ان

پر اس کی آیتیں اور ان کو پاک بناتا ہے اور ان کو سکھاتا ہے کتاب اور دانش مندی۔''

﴿يُعَلِّمُكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوا تَعْلَمُوْنَ۝﴾(البقرة: ۱۵۱)

''اور بتلاتا ہے تم کو وہ باتیں جو تم جانتے نہ تھے۔''

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾

(الاعراف: ۱۵۷)

''وہ ان کو حکم فرماتے ہیں نیک کام کا اور منع کرتے ہیں بُرے کام سے اور حلال بناتے ہیں ان کے لیے تمام پاک چیزیں اور ان پر حرام کرتے ہیں گندی چیزیں اور ان سے دور کرتے ہیں ان کے بوجھ کو اور وہ طوق جو ان پر تھے۔''

اور پھر زبان ہی سے آپ نے درس نہیں دیا بلکہ آپ کا ہر ہر ''فعل'' اور آپ کی ہر ہر ''حالت'' آپ کے اخلاق کریمہ بھی معارف ربانیہ کا درس ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(الاحزاب: ۲۱)

''بلاشک بلاشبہ تمہارے لیے رسول ﷺ میں اچھا نمونہ ہے۔''

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾(آل عمران: ۱۵۹)

''(اے نبی!) پس اللہ کی بڑی رحمت ہے جو آپ ان سے نرم دل ملے اور اگر ہوتے آپ بدخو اور سخت دل تو وہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔''

﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝﴾(القلم: ۴)

''اور بیشک آپ (اے نبی ﷺ) اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر ہیں۔''

سچ تو یہ ہے کہ ایک نبی کی نبوت معلوم کرنے کے لیے نبی کی نورانی سیرت اور ان کی زبانی سیرت بہترین معجزہ اور لاکھوں خوارقِ عادات سے بڑھ کر ہے حضرت مولانا رومی کا کیا سچا مقولہ ہے ؎

دردِ دل بہر بندۂ کزحق مزہ است
رُوئے اُو آواز پیمبر معجزہ است
چوں پیمبر از بروں بانگے زند
جانِ مومن از دروں سجدہ کند
زانکہ جنس بانگ، اُو اندر جہاں
از کسے نہ شنیدہ باشد گوشِ جاں

طریق چہارم جو بمنزلہ شفا پانے مریضوں کے ہے:

بلاشبہ اس چیز میں آنحضرت ﷺ کا کوئی ثانی نہیں ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت میں اس کا عشرِ عشیر بھی کہیں نہیں مل سکتا۔ جس قدر روحانی مریضوں میں جن کا مرض ناقابل علاج ہو چکا تھا آپ کے علاج سے شفا پائی۔ اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ قرآن مجید میں ان شفا پانے والوں کی کثرت اور ان کے امراض کا مہلک ہونا یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

”بلاشک بلاشبہ بڑا احسان کیا اللہ نے ایمان والوں پر جب کہ بھیج دیا ان میں پیغمبر انہی میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو سکھاتا ہے

کتاب اور عقل کی باتیں اور بے شک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"

﴿وَ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِنْهَا﴾(آل عمران:۱۰۳)

اور تم تھے آگ کے گڑھے کے کنارے پر پس اس نے تم کو اس سے بچالیا۔

﴿وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًاo﴾(النصر:۲)

"اور (اے نبی) آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوجوں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں۔"

جب رسول خداﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو علاوہ ان صحابہ کرامؓ کے جو آپ کے سامنے شہادت یا وفات پا چکے تھے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی چھوڑ گئے۔

(دیکھو مجمع بحار الانوار 564)

یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی جماعت اور اس جماعت کا ایک ایک فرد آنحضرتﷺ کے کمالات کا نمونہ اور آپ کی صداقت کی روشن مثال تھا۔ مسلم تو مسلم غیر مسلم کو بھی اس کا اعتراف ہے چنانچہ مسٹر گاڈفری ہگنس جو انگلستان کے مشہور عالم و فاضل اور محقق عیسائی ہیں اپنی کتاب "اپالوجی فار محمد" مطبوعہ 1829ء کے فقرہ 18 میں تحریر فرماتے ہیں:

"باوجودیکہ محمدﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی سوانح عمری میں ایسے حالات ہیں جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔ لیکن بہت سے امور ایسے ہیں جن میں سراسر اختلاف ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والے آپ کے بارہ حواریوں کی نسبت تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ ناخواندہ بے سمجھ اور بہت ہی کم حیثیت لوگ تھے اس کے برعکس محمد (ﷺ) پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ان کے غلام زید کے سوا سب کے سب معزز طبقہ کے لوگ تھے اور اپنے اپنے وقت پر بحیثیت خلیفہ اور

سپہ سالار افواج کے ان لوگوں نے اپنے شاندار کارناموں سے
آیندہ زمانہ میں ثابت کردیا کہ یہ سب کے سب نہایت قابل اور
اعلیٰ درجہ کے دل ودماغ رکھنے والے تھے۔''

(مندرجہ رسالہ معجزہ قرآن مجید مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ص 29)

یہی مسٹر گاڈی فری ہگنس اپنی مذکورہ بالا کتاب فقرہ 123 میں تحریر فرماتے ہیں:

''عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (ﷺ) کے اصولوں
نے اس کے پیروؤں میں جس درجہ کا نشۂ دینی پیدا کیا تھا اس کو
عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے اور اس
کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں
نہیں ملتی۔ چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالی
شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔

(رسالہ معجزہ قرآن مجید ص 33، 34)

چوتھی بات

اسلامی تعلیمات کا اجمالی بیان

اسلامی تعلیمات کے دو حصہ ہیں۔ایک علمی اور دوسرا عملی۔اور ہر مذہب کی تعلیمات میں ان دو حصوں کا ہونا ضروری ہے۔

علمی حصہ سے وہ چیز مراد ہے جن کے علم و یقین حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اعضائے ظاہری کے متعلق کوئی کام اس حصہ میں بتایا نہیں جاتا۔ اس حصہ کو اصطلاح شریعت میں عقائد کہتے ہیں۔

اور عملی حصہ سے دو چیزیں مراد ہیں جن میں اعضائے ظاہری کے کام اور ان کاموں کے متعلق ہدایت دی جاتی ہیں۔اس حصہ کو اصطلاح شریعت میں اعمال کہتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ عقائد کو اعمال کے ساتھ ہی تعلق ہے جو کسی درخت کی جڑ کو اس کی شاخوں اور پھول پتیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔لہٰذا عقائد کا معاملہ شرعاً زیادہ اہم ہے۔

اسلامی عقائد اس قدر سادہ اور مختصر ہیں کہ اس ایک کلمہ طیبہ میں سب کچھ آجاتا ہے جس پر اسلام کی بنیاد ہے۔یعنی

لآ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ محمّدٌ رّسول اللّٰہ.

نہیں کوئی پوجنے کے لائق سوا اللہ کے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلامی عقائد میں کوئی بات خلافِ عقل نہیں ہے کہ اس کے باور کرنے میں کوئی دشواری پیش آئے۔

بس یہی تین عقیدے ہیں جو اصول دین یا اصول عقائد کے نام سے موسوم ہیں۔ ایک ''عقیدۂ توحید'' دوسرا ''عقیدۂ رسالت''۔تیسرا ''عقیدۂ قیامت''۔باقی عقیدے سب

انہیں کی شرح اور تفصیل ہیں۔

کلمہ طیبہ میں دو عقیدے یعنی توحید و رسالت تو صراحۃً مذکور ہیں۔ عقیدہ قیامت کا بیان اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ عقائدِ رسالت کے ضمن میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ ہر رسول کی تعلیم کا اولین سبق اور دین الٰہی کی عمارت کا سنگ بنیاد یہی عقیدۂ قیامت ہے۔

قرآن مجید میں ان تینوں عقیدوں کو بار بار مختلف عنوانات سے بیان فرمایا گیا ہے اور ایسے دلائل پیش فرمائے گئے ہیں کہ ہر عقل مند کے لیے بحکم عقل ان دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔

باقی رہے اعمال ان میں قرآن مجید کی روش یہ ہے کہ اصولی طور پر تمام اعمال کا بیان فرمادیا گیا ہے مگر جزئیات کی تفصیل یا ان کے طریق عمل کو رسول خدا ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے سپرد کیا گیا ہے۔

ہاں اخلاقی حصہ کی یا بعض اعمال کی کسی خصوصی اہمیت کی وجہ سے کچھ تفصیل فرمادی گئی ہے۔

اعمال کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ ان کا تعلق بندے اور اللہ کے درمیان ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق باہم بندوں کے درمیان ہے۔ پھر اعمال کی بلحاظ ان کے اثرات کے تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ ان کا اثر ہر شخص پر فرداً فرداً ہوتا ہے یعنی جو شخص ان پر کاربند ہو اس کا نفس مزکّی و مقدس ہو جائے۔ جس کو علم اخلاق کی اصطلاح میں تہذیبِ نفس کہا جاتا ہے جیسے: نماز، روزہ، صدقہ، خیرات وغیرہ۔

دوسری وہ کہ ان کا اثر ایک گھر یا ایک خاندان پر ہوتا ہے جس کو علم مذکور کی اصطلاح میں تدبیر منزل کہتے ہیں۔ جیسے ماں باپ کے درمیان اولاد کے حقوق، زوجین کے حقوق، رشتہ داروں قرابت والوں کے حقوق، وغیرہ وغیرہ۔

تیسرے وہ کہ ان کا اثر ایک شہر یا ایک ملک پر ہوتا ہے جس کو اصطلاح میں سیاست مدن کہتے ہیں۔ جیسے حاکم ومحکوم کے باہمی حقوق، عدل وانصاف کی اور سچ بولنے کی تاکید، جھوٹ بولنے، ظلم کرنے، زنا کرنے اور دوسرے فواحش سے بچنے کے احکام وغیرہ۔

ان تینوں قسموں کو قرآن مجید نے اور قرآن مجید کے مفسر حقیقی یعنی رسول خدا ﷺ نے جس خوبی سے بیان فرمایا ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

اب مثال کے طور پر چند آیات وحدیث کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

توحید

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرة: ۱۶۳)

''اور تمہارا معبود معبود واحد ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا اور وہ بڑا مہربان رحم والا ہے۔''

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَابَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾ (البقرة: ۲۵۵)

''اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں (سب چیزوں کا) قائم رکھنے والا ہے نہ اس کو اونگھ آسکتی ہے اور نہ نیند، اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ ایسا کون ہے جو سفارش کرے اس کی جناب میں بغیر اس کی اجازت کے وہ جانتا ہے جو خلق کے روبرو ہے اور جو ان کے پیچھے ہے وہ نہیں احاطہ کرسکتے اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا مگر جتنا وہ چاہے، گھیرے ہوئے ہے اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین کو اور نہیں گراں گزرتی اس کو حفاظت ان دونوں کی اور وہ عالیشان عظمت والا ہے۔''

﴿ذَالِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ج لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ج وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌo﴾ (الانعام: ۱۰۲)

"یہی اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں خالق ہے ہر شے کا پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔"

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج﴾ (النحل: ۳٦)

"اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو معبودان باطل کی عبادت سے۔"

﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ج﴾ (الانبياء: ۲۲)

"زمین (میں یا) آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتا تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔"

﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ.﴾ (حمٓ سجدة: ۳۷)

"نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو پیدا کیا۔"

﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌo﴾ (الحديد: ۳)

"وہی سب سے پہلے ہے اور (وہی سب سے) پیچھے اور (وہی) ظاہر ہے اور وہی پنہاں اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔"

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo﴾ (الاخلاص)

"اے نبی آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے اللہ (ایسا بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔"

رسالت

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝﴾ (محمد: ۲)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور مانا اس کو جو نازل کیا گیا محمد (ﷺ) پر اور وہی سچا دین ہے۔ ان کے رب کی طرف سے معاف کردے گا اللہ ان سے ان کی خطاؤں کو اور درست کردے گا ان کے دل کو۔''

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور محمد ﷺ رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے بہت رسول گزر چکے۔''

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النساء: ۸۰)

''جس کسی نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا۔''

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ﴾ (البقرة: ۳)

''اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو (اے محمد ﷺ) نازل کی گئی آپ کی طرف اور جو نازل کی گئیں آپ سے پہلے ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔''

قیامت

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝﴾ (الکھف: ۴۶)

''مال اور اولاد تو دنیاوی زندگی کی آرائش ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تمہارے رب کے نزدیک ثواب ہیں اور بہتر ہیں توقع کے اعتبار سے۔''

﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّارَيْبَ فِيْهَا.﴾(المومن:٥٩)

''یقیناً بلاشک قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک ہی نہیں۔''

﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا o وَنَرَاهُ قَرِيْبًا o﴾(المعارج:٦،٧)

''یہ لوگ تو اس دن کو (یعنی قیامت کو) بعید دیکھتے ہیں اور ہم اس کو قریب ہی دیکھ رہے ہیں۔''

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ o وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ o﴾

(الزلزال:٧،٨)

''جوشخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (قیامت کے دن) اس کو دیکھ لے گا اور جوشخص ذرابرابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَا كُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ o﴾

(المومنون:١١٥)

''کیا تم کو یہ خیال ہے کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تم (مرنے کے بعد) ہماری طرف واپس نہ کیے جاؤ گے۔''

﴿وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ اِذَا كُنَّا تُرَابًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ط﴾(الرعد:٥)

''سب سے زیادہ قابل تعجب منکرین قیامت کا یہ کہنا ہے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے۔''

﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ o وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ط قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ o قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ط وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ o﴾(یٰسٓین:٧٧تا٧٩)

''کیا دیکھتا نہیں آدمی کہ ہم نے اس کو پیدا کیا ایک قطرہ سے پھر یکا یک جھگڑا کرنے

لگا اور ہمارے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہتا ہے کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو درانحالیکہ وہ گل گئی ہوں گی۔ کہہ دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ اور وہ سب بنانا جانتا ہے۔''

نماز

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۝﴾(النساء:۱۰۳)

''بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔''

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ﴾(العنکبوت:۴۵)

''بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔''

﴿وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ.﴾

(المائدة:۱۲)

''اور اللہ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر۔''

روزہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ﴾(البقرة:۱۸۳،۱۸۴)

''اے ایمان والو! فرض کیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ (روزے رکھو) گنتی کے چند دنوں میں پھر جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (ضروری ہے) گنتی دوسرے دنوں سے یعنی قضا رکھے۔''

حج

﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط﴾(البقرة:١٩٦)

''اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے۔''

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط﴾ (آل عمران:٩٧)

''اور اللہ کے لیے لوگوں پر حج (کرنا فرض) ہے بیت اللہ کا جس شخص کو بھی مقدور ہو اس تک پہنچنے کا۔''

زکوٰۃ

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾(الانفال: ٢تا٤)

''ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ڈر جاتے ہیں ان کے دل اور جب ان پر پڑھی جاتی ہیں اس کی آیتیں تو بڑھا دیتی ہیں ان کے ایمان کو اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہمارے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں یہی ہیں سچے ایماندار، ان کے لیے درجے ہیں ان کے پروردگار کے پاس اور معافی اور عزت کی روزی ہے۔''

مطلق اعمالِ صالحہ

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ

الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝﴾(النحل:۹۰)

''(مسلمانو!) اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے (اور لوگوں کے ساتھ) احسان کرنے کا اور قرابت والوں کی (مالی امداد) دینے کا اور بے حیائی (کے کاموں) ناشائستہ حرکتوں اور (ایک دوسرے پر) زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ تم لوگوں کو (ایسی ایسی) نصیحتیں کرتا ہے تاکہ تم (ان باتوں کا) خیال رکھو۔''

﴿فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝﴾(البقرة:۱۵۲)

''پس تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے یہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا ہے اور ہمارا شکر کرتے رہو۔ اور ہماری ناشکری نہ کرو۔''

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَّقِيَاماً ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْ لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذَالِكَ قَوَامًا۝ وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَوَ لَايَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًاصَالِحاً فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًارَّحِيْمًا۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِمَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْاعَلَيْهَا صُمًّاوَّ عُمْيَانًا۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَاوَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا o اُولٰئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا o خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا o﴾(الفرقان: ٦٣ تا ٧٦)

''اور (خدائے) رحمٰن کے (خاص) بندے تو وہی ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل ان سے جہالت کی) باتیں کرنے لگیں تو (ان کو) سلام کریں (اور الگ ہو جائیں) اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کریں اور (دست بستہ) کھڑے رہیں (یعنی نماز پڑھیں) اور جو دعائیں۔ مانگا کریں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھیے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے بیشک وہ جہنم بُرا ٹھکانہ اور برا مقام ہے (یہ تو ان کی حالت طاعتِ بدنیہ ہے اور طاعاتِ مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ لوگ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا اس کے لیے بڑھایا جائے گا عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں رہے گا خوار ہو کر مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ حقیقت میں خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور بیہودہ باتوں میں شریک نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس سے ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے ان (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے اور ایسے

ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا رہے ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کے لیے) بالا خانے ملیں گے اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا اور ان کا استقبال کیا جاوے گا دعائے خیر اور سلام سے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔"

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ o اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ o الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ o﴾ (المومنون: ۱ تا ۱۱)

"بیشک فلاح پائی ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے اور جو زکوۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، بجز اپنی بیبیوں یا لونڈیوں کے کیونکہ (اس میں) ان پر کچھ ملامت نہیں پھر جو طلب کرے اس کے علاوہ تو وہی لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو وارث ہوں گے فردوس کے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ج حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ط اِلَيَّ الْمَصِيْرُ o وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ

تُشْرِکَ بِیْ مَالَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا﴾(لقمان: ۱۴،۱۵)

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے کہ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر (آخرکار) ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ کو (اس بات پر) مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ (کسی کو) شریک (خدائی) بنا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل ہے ہی نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا۔''

احادیث

عن عمر بن الخَطَّاب ﷜ قال قال رسُول اللّٰه ﷺ إنَّما الأعمالُ بالنيّات.

(رواه البخاری و مسلم) مشکوٰۃ شریف ص 11

''حضرت عمر﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام کاموں کی بنیاد نیت پر ہے''

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه ﷺ بُني الإسلامُ علىٰ خمسٍ شهادةِ أن لّا اله اِلّا اللّٰهُ وأنَّ مُحمَّداً عبدهٗ ورسولُهٗ وإقام الصَّلوٰة وإيتاء الزَّكوٰة والحجِّ وصوم رَمَضَانَ.

(رواه البخاری و مسلم) مشکوٰۃ شریف ص 12)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اول دلی یقین کے ساتھ کہنا کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں۔ دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے حج کرنا۔ پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔''

عَن ابن عُمر رضي اللّٰهُ عنهما قال قال رسُولُ اللّٰهِ ﷺ ليس الواصلُ بالمكافئ ولكنَّ الواصل الَّذي إذاقطعت رحمه وصلها.

(رواه البخاری و مسلم) مشکوٰۃ شریف 419

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے کا ثواب اس شخص کونہیں ملتا جو بھلائی کرنے والے رشتہ داروں سے بھلائی کرے بلکہ ثواب اس کو ملے گا جو برائی کرنے والے رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرے۔''

عن عبداللّٰـه بن عُمر قال قال رسُولُ اللّٰه ﷺ إرحمُوا مَن في الأرض يرحمُكم مَنْ فيُ السَّماء.

(رواه ابو داؤد والترمذی مشکوٰۃ 223)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مہربانی کروان مخلوقات پر جو زمین میں ہیں تا کہ مہربانی کرے تم پر وہ جو آسمان میں ہے۔''

ف: اس حدیث میں مہربانی کا حکم صرف مسلمان پرنہیں بلکہ صرف انسانوں پر بھی نہیں کیا گیا بلکہ تمام مخلوقات پر مہربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ واللّٰهِ لايُؤمنُ واللّٰهِ لا يؤمِنُ واللّٰه لا يؤمن قِيْلَ من يا رسولَ اللّٰهِ قالَ الَّذِيُ لا يأمَنُ جارُهُ بَوائِقهٗ.

(رواه البخاری و مسلم) مشکوٰۃ 432

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ پوچھا گیا یا رسول کون؟ فرمایا جس کی ایذا رسانیوں سے اس کی پڑوسی بے خوف نہ ہوں۔''

عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ قال قال رسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَن مَسَحَ رَأسَ يَتِيمٍ لَم يَمسحهُ إلَّا لِلّٰهِ كانَ لَهُ بكلِّ شَعرةٍ يمرُّ عليها يدُهٗ حَسَنَاتٍ ومَنْ أحْسَنَ إلىٰ

يتيمةٍ أو يتيمٍ عندهُ كنتُ أنا وهو في الجنَّةِ كهاتَينِ وقرن بين أصبعيه.

(مشکوۃ شریف 443)

”حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یتیم بچہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے اور یہ کام محض اللہ کے لیے کرے تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے ہر بال کے عوض میں اس کو نیکی ملے گی اور جو شخص کسی یتیم بچی یا یتیم بچے کے ساتھ جو اس کی تربیت میں ہو نیک سلوک کرے تو میں اور وہ جنت میں اس طرح پاس پاس رہیں گے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھلایا۔“

عن ابنِ عبَّاس ؓ قال قال رسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَيسَ مِنَّامَن لَم يَرحَمْ صغيرَنا و يوقّر كبيرَنا ويأمر بالمَعروفِ ويَنهَ عن المُنكَرِ.

(رواه الترمذی کتاب البر والصلة،باب ماجاء فی رحمة الصبیان،ح: ۱۹۲۱

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہماری جماعت سے خارج ہے جو چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور بڑوں کا ادب نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔“

بس میں اب اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ یا اللہ ہماری اس حقیر خدمت کو پسند فرما۔ اور اس کو بے اثر نہ رکھ۔

بیدک الخیر إنک علیٰ کل شئ قدیر

سیرۃ الصدیق رضی اللہ عنہ

یعنی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

مُدلّل و مُکمل سوانح عمری

تالیف لطیف

حضرت مولانا مفتی محمد صابر صاحب رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء

خلیفہ مجاز حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

السعادۃ

احسن آباد کراچی

0333-3294954

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ مبارکہ ایک نظر میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

صدق اللہ العظیم

خلاصہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید

اللّٰھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید

پیدائش سے بعثت تک

ولادت والے سال

(1) حضرت محمد ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا آپ کی پیدائش سے قبل وصال ہوا، وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً 25 برس تھی۔
(2) نعوذ باللہ! بیت اللہ کو ڈھانے کے لیے ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ حملہ کیا۔
(3) 8 ربیع الاول بروز پیر بمطابق 20 اپریل 571ء آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔
(4) آپ کے دادا نے ساتویں روز عقیقہ کیا اور آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔

ولادت کے چوتھے سال

(1) قبیلہ بنی سعد کے محلہ میں پہلا واقعہ شق صدر ہوا۔

ولادت کے چھٹے سال

(1) آپ ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے ہمراہ مدینہ کی جانب پہلا سفر فرمایا۔
(2) مدینہ سے واپسی پر مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ ابواء پر آپ ﷺ کی والدہ کی وفات ہوئی۔
(3) والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی۔

ولادت کے آٹھویں سال

(1) آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی وفات ہوئی۔
(2) دادا کی وفات کے بعد اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آئے۔

ولادت کے بارھویں سال

(1) اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام کا پہلا تجارتی سفر فرمایا۔
(2) سفر میں آپ ﷺ کو بحیرا راہب نے دیکھا، نبوت کی پیشگوئی کی کہ یہ سید العالمین ہیں، رب العالمین کے رسول ہیں جن کو اللہ نے تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ولادت کے بیسویں سال

(1) آپ ﷺ نے اپنے چچا کے ساتھ حرب فجار میں شرکت کی مگر آپ نے قتال نہیں کیا۔
(2) آپ ﷺ اپنے تمام چچا کے ساتھ حرب فجار کے چار ماہ بعد حلف الفضول میں شریک ہوئے۔

ولادت کے پچیسویں سال

(1) ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر آپ ﷺ نے شام کا سفر تجارت فرمایا، آپ ﷺ کا یہ دوسرا سفر شام تھا۔
(2) آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، اس وقت ان کی عمر چالیس برس تھی۔

ولادت کے پینتیسویں سال

(1) بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر ہوئی، حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے لیے قبائل کے درمیان فیصلہ کرنے کا اختیار آپ ﷺ کو حاصل ہوا۔

ولادت کے انتالیسویں سال

(1) نبوت کے ابتدائی مراحل کا آغاز ہوا، آپ ﷺ غار حرا میں عبادت فرمانے لگے۔
(2) سچے خوابوں کے ذریعے نبوت کی بشارت ہوئی۔

بعثت سے ہجرت تک

بعثت کا پہلا، دوسرا اور تیسرا سال

(1) غار حرا میں آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔
(2) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں، ورقہ بن نوفل نے نبوت کی خبر دی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 40 برس تھی۔
(3) دعوت اسلام کے پہلے ہی روز حضرت خدیجہ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ پر ایمان لائے۔
(4) حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول فرمایا۔
(5) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔
(6) حضرت ابوعبیدہ، حضرت ارقم بن ابی ارقم، عثمان بن مظعون اور ان کے بھائی، عبیدہ بن حارث، سعید بن زید، جعفر بن ابی طالب، خباب بن ارت، عبداللہ بن مسعود، فاطمہ بنت الخطاب اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔

بعثت کے چوتھے سال

(1) ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ (الحجر: ۹۴)
اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اعلانیہ اسلام کی دعوت شروع فرما دی۔

بعثت کے پانچویں سال

(1) حبشہ کی جانب پہلی ہجرت ہوئی، اس ہجرت میں 11 مرد اور 4 عورتیں تھیں۔
(2) حبشہ کی جانب دوسری ہجرت ہوئی، اس ہجرت میں 82 مرد اور 18 عورتیں تھیں۔

بعثت کے چھٹے سال

(1) آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور ان کے تین روز بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

بعثت کے ساتویں سال

(1) مقاطعہ قریش ہوا، یعنی قریش نے متفقہ طور پر معاہدہ کیا کہ محمد ﷺ، بنی ہاشم اور دیگر تمام مسلمانوں سے مکمل قطع تعلق (بائیکاٹ) کی جائے۔ اس معاہدہ کی دستاویز تیار کر کے بیت اللہ میں لٹکا دی گئی اور مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔

بعثت کے آٹھویں سال

(1) معجزہ شق قمر یعنی آپ ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔

بعثت کے دسویں سال

(1) مقاطعہ کی دستاویز جو کہ بیت اللہ میں لٹکائی گئی تھی دیمک نے اسے کھا لیا اور مقاطعہ ختم ہوا۔
(2) گھاٹی سے نکلنے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پینسٹھ برس کی عمر میں وصال ہوا۔
(3) آپ ﷺ کے چچا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب کا وصال ہوا۔
(4) آپ ﷺ کا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔
(5) دعوت اسلام کے لیے آپ ﷺ نے شہر طائف کی جانب سفر فرمایا۔

بعثت کے گیارہویں سال

(1) سفر طائف سے واپسی کے بعد سفر معراج ہوا اور واپسی پر پانچ نمازوں کا تحفہ لائے۔
(2) قبیلہ خزرج کے چھ افراد نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

بعثت کے بارھویں سال

(1) بیعت عقبہ اولیٰ میں اوس و خزرج کے بارہ افراد نے اسلام قبول کیا۔
(2) مدینہ میں اسلام کی اشاعت کے لیے آپ ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔

بعثت کے تیرھویں سال

(1) حضرت اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔
(2) بیعت عقبہ ثانیہ میں 72 افراد نے اسلام قبول کیا۔
(3) مسلمانوں کی مدینہ کی جانب ہجرت کی ابتدا ہوئی۔
(4) نعوذ باللہ! قریش نے دار الندوہ میں آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

ہجرت سے وصال تک

ہجرت کے پہلے سال

(1) آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یکم ربیع الاول کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اور تین دن تک غار ثور میں روپوش رہے۔
(2) آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بروز پیر 12 ربیع الاول کو قباء کے مقام پر چار روز قیام فرمانے کے بعد مسجد قباء کی بنیاد رکھی، یہ دور اسلام کی پہلی مسجد ہے۔
(3) دور اسلام کا پہلا جمعہ محلہ بنی سالم میں ادا فرمایا۔
(4) اہل مدینہ نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کیا۔
(5) مسجد نبوی تعمیر کی گئی اور آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمایا، جسے "مواخاۃ" کہتے ہیں۔
(6) آپ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔
(7) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔
(8) قریش مکہ کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہوا اور آیات جہاد (قتال) نازل ہوئیں:
﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ (الحج: ۳۹)
"جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ اپنے دفاع میں لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے۔"
(9) نمازوں کے لیے اذان و اقامت کا حکم ہوا۔
(10) یہود مدینہ سے تحریری معاہدہ "میثاق مدینہ" فرمایا۔

ہجرت کے دوسرے سال

(1) مسلمانوں پر جہاد فرض ہوا۔
(2) 15 رجب کو مسجد اقصیٰ کی بجائے بیت اللہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔
(3) رمضان کے روزوں، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور عیدین کی نمازیں فرض ہوئیں۔
(4) غزوہ بدر بروز جمعہ 17 رمضان المبارک کو ہوا اس میں مسلمانوں کی تعداد 313 جبکہ کفار کی تعداد ایک ہزار 1000 تھی، 14 صحابہ کرام شہید ہوئے جبکہ کفار کے ستر 70 افراد قتل ہوئے جن میں ابو جہل اور امیہ بن خلف قریش کے دو بڑے سردار بھی شامل تھے۔
(5) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی، یہ مدینہ میں پیدا ہونے والے پہلے بچے ہیں۔
(6) غزوہ بنی قینقاع پیش آیا، پندرہ دن محاصرہ کے بعد بنی قینقاع کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔
(7) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔
(8) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں)
(9) گستاخ رسول ابو عفک یہودی اور عصماء یہودیہ کو قتل کیا گیا۔

ہجرت کے تیسرے سال

(1) آپ ﷺ کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اس وقت ان کی عمر 19 سال تھی۔
(2) 7 شوال بروز پیر غزوہ احد پیش آیا، عبداللہ بن ابی منافق ایک تہائی لشکر کو الگ کر کے واپس مدینہ لے گیا۔ اس غزوہ میں ستر 70 صحابہ کرام شہید ہوئے، جن میں حضرت حمزہ اور عمرو بن جموح رضی اللہ عنہما شامل تھے اور 22 یا 23 کفار واصل جہنم ہوئے۔
(3) شراب کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوا۔
(4) غزوہ حمراء الاسد پیش آیا۔
(5) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔
(6) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔
(7) گستاخ رسول کعب بن اشرف اور ابو رافع کو قتل کیا گیا۔

ہجرت کے چوتھے سال

(1) واقعہ رجیع جس میں دس 10 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکہ سے شہید کیا گیا۔
(2) سریہ بیر معونہ ہوا اس میں حفاظ صحابہ کرام کو دھوکہ سے قتل کیا گیا ان کی تعداد 70 تھی۔
(3) غزوہ بنو نضیر پیش آیا، بنی نضیر کو بھی مدینہ سے جلاوطن کیا گیا۔
(4) آپ ﷺ کا حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا ان کی عمر 35 سال تھی اور نکاح کے تین ماہ بعد ان کا وصال ہو گیا۔
(5) آپ ﷺ کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا ان کی عمر 29 سال تھی۔
(6) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔
(7) شرعی پردہ کا حکم نازل ہوا۔
(8) آپ ﷺ کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اس وقت وہ 36 سال کی تھیں۔
(9) نواسہ رسول عبداللہ بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا 6 برس کی عمر میں انتقال ہوا۔



ہجرت کے پانچویں سال

(1) غزوہ خندق پیش آیا، پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد کفار کے اتحادی لشکروں کو شکست ہوئی۔
(2) غزوہ بنی قریظہ پیش آیا، پچیس روز تک ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور آپ ﷺ کے حکم پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دیا کہ عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان کی تعداد 600 سے 700 تھی۔
(3) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات غزوہ خندق میں لگنے والے زخم سے ہوئی۔
(4) غزوہ بنی مصطلق پیش آیا، تیمم کا حکم نازل ہوا، واقعہ افک ہوا اور شعبان 5ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں سورۃ النور نازل ہوئی۔
(5) آپ ﷺ کا حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا ان کی عمر اس وقت 20 سال تھی۔
(6) مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان نکاح کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوا۔

ہجرت کے چھٹے سال

(1) مالدار مسلمانوں پر حج فرض ہوا۔
(2) لے پالک (منہ بولے بیٹے) کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔
(3) بیعت رضوان ہوئی۔
(4) صلح حدیبیہ ہوئی۔
(5) سورۃ الفتح نازل ہوئی۔
(6) صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد دیگر ممالک کے بادشاہوں کو خطوط روانہ فرمائے۔

ہجرت کے ساتویں سال

(1) غزوہ خیبر پیش آیا، مسلمانوں کی تعداد 1400 تھی جن میں 200 گھڑ سوار تھے اس غزوہ میں 16 صحابہ کرام شہید ہوئے اور یہود کے 93 افراد قتل ہوئے۔
(2) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے مہاجر ساتھیوں کی حبشہ سے واپسی ہوئی۔
(3) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔
(4) آپ ﷺ کا حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان، حضرت صفیہ بنت حیی اور میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہن سے نکاح ہوا۔
(5) زینب بنت حارث نے بکری کے گوشت کا زہریلا ٹکڑا آپ ﷺ کو ہدیہ کیا۔
(6) گدھے کے گوشت کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوا۔

ہجرت کے آٹھویں سال

(1) حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء فرمایا اور مکۃ المکرمہ میں تین دن قیام فرمایا۔
(2) غزوہ موتہ میں 3000 مسلمانوں کا 10,000 رومی فوج سے مقابلہ ہوا اور پہلے تین سپہ سالار (۱) حضرت زید بن حارثہ (۲) حضرت جعفر بن ابی طالب (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، 2 پر العرب سے باہر یہ پہلا سفر کرتا۔
(3) غزوہ فتح مکہ 17 رمضان المبارک کو ہوا مسلمانوں کی تعداد 10,000 تھی۔
(4) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔
(5) غزوہ حنین ہوا مجاہدین کی تعداد 12000 تھی اور شہر طائف کا محاصرہ کیا گیا۔
(6) حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی۔
(7) رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔
(8) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔
(9) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔

ہجرت کے نویں سال

(1) غزوہ تبوک کے لیے 30,000 مسلمان روانہ ہوئے، واقعہ "ثلاثۃ الذین خلفوا" یعنی ان تین صحابہ: (۱) حضرت کعب بن مالک (۲) مرارہ بن ربیع (۳) ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم سے مسلمانوں نے معاشرتی بائیکاٹ کیا جو غزوہ تبوک میں بلا عذر روانہ نہ ہو سکے تھے، 50 دن بعد ان حضرات کی توبہ قبول ہوئی۔
(2) عام الوفود: اس سال ستر 70 سے زائد وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
(3) سورۃ التوبہ کا نزول ہوا اور مسجد ضرار کو منہدم کر دیا گیا۔
(4) آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کا امیر مقرر کر کے حج کی ادائیگی کے لیے روانہ فرمایا۔
(5) رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی موت۔

ہجرت کے دسویں سال

(1) مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور شراب و زنا کو حلال قرار دیا اور اس کے ساتھ ہی اسود عنسی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔
(2) حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ دیا جسے خطبہ حجۃ الوداع کہتے ہیں۔
(3) روم کی جانب لشکر کی روانگی کی تیاری کی گئی جس کے امیر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ مقرر کیے گئے۔

ہجرت کے گیارہویں سال

(1) یمن میں اسود عنسی ملعون کو قتل کیا گیا۔
(2) ملعونہ سجاح نے نبوت کا دعویٰ کیا۔
(3) یوم وصال سے چار روز پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منصب امامت سنبھالنے کا حکم فرمایا۔
(4) مشہور قول کے مطابق 12 ربیع الاول جب کہ تحقیق یہ ہے کہ 2 ربیع الاول بروز پیر آپ ﷺ نے 63 سال کی عمر میں وصال فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ روضۂ رسول ٹھہرا۔
(5) منصب خلافت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیعت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے بارے میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ...... اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (امہات المومنین) رضی اللہ عنہن

(1) حضرت خدیجہ بنت خویلد
(2) حضرت سودہ بنت زمعہ
(3) حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق
(4) حضرت حفصہ بنت عمر
(5) حضرت زینب بنت خزیمہ
(6) ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ
(7) حضرت زینب بنت جحش
(8) حضرت جویریہ بنت حارث
(9) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان
(10) حضرت صفیہ بنت حیی
(11) حضرت میمونہ بنت حارث

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیاں

(1) ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا
(2) ریحانہ رضی اللہ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام

بیٹے
(1) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ
(2) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (طیب، طاہر)
(3) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

بیٹیاں
(1) حضرت زینب رضی اللہ عنہا (زوجہ ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ)
(2) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ)
(3) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ)
(4) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، نواسیاں

(1) حضرت علی بن ابو العاص
(2) حضرت امامہ بنت ابو العاص (حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے)
(3) حضرت عبداللہ بن عثمان (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے)
(4) حضرت حسن بن علی
(5) حضرت حسین بن علی
(6) حضرت محسن بن علی
(7) حضرت ام کلثوم
(8) حضرت زینب بنت علی (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بہن بھائی

(1) حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
(2) عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
(3) شیماء بنت حارث بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہا
(4) ابو سلمہ المخزومی رضی اللہ عنہ
(5) عبداللہ بن حارث بن عبدالعزیٰ
(6) مسروح بن ثویبہ
(7) انیسہ بنت حارث بن عبدالعزیٰ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا

(1) حضرت عباس رضی اللہ عنہ
(2) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
(3) حارث
(4) ابو طالب
(5) زبیر
(6) ابو لہب
(7) غیداق
(8) مقوم
(9) ضرار
(10) قثم
(11) عبدالکعبہ
(12) حجل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں

غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

1	1ھ	اسلامی حکومت کا قیام
2	2ھ	غزوہ ابواء، بواط، عشیرہ، بدر اولیٰ، بدر کبریٰ، بنو سلیم، السویق، بنو قینقاع
3	3ھ	غزوہ غطفان، غزوہ بحران، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد
4	4ھ	غزوہ بنی نضیر، غزوہ ذات الرقاع، غزوہ بدر الموعد
5	5ھ	غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ احزاب، غزوہ بنو قریظہ، غزوہ بنو لحیان
6	6ھ	غزوہ بنو مصطلق، غزوہ حدیبیہ
7	7ھ	غزوہ الغابہ، غزوہ خیبر، غزوہ عمرۃ القضاء
8	8ھ	غزوہ موتہ، غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف
9	9ھ	غزوہ تبوک

قتال ہوا / قتال نہیں ہوا

القلم گرافکس

(ماخذ و مراجع: بخاری شریف، مسلم شریف، زرقانی، سیرۃ المصطفیٰ، الرحیق المختوم)